

مکۃ المکرمہ میں حضرت سیدنا عبدالمطلب کی حویلی (کی قدیم تصویر) جہاں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی

بچپن مصطفیٰ ﷺ و میلادِ مصطفیٰ ﷺ

مصنف

حضرت علامہ ... محمد فیض احمد اویسی

مصنف

حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری الجیلانی (رشید پادشاہ)

اویسی بک سٹال

0333-8173630

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ

وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ ﷺ

بچپنِ مصطفیٰ ﷺ و میلادِ مصطفیٰ ﷺ

مصنف

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی

مرتب

علامہ سید حبیب اللہ قادری الجیلانی (سید بادشاہ)

اویسی بک سٹال

0333-8173630

باجازت: صاحبزادہ سید جلال الدین قادری الجیلانی

نام کتاب	:	بچپن مصطفیٰ ﷺ و میلاد مصطفیٰ ﷺ
مصنف	:	حضرت علامہ الحافظ محمد فیض احمد اویسی رضوی
مصنف	:	سید محمد حبیب اللہ قادری الجیلانی (رشید پادشاہ)
پروف ریڈنگ	:	محمد نعیم اللہ خاں قادری
صفحات	:	طاہر کمپوزنگ سنٹر کوٹ قاضی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ
قیمت	:	150 روپے

ملنے کے پتے

شبیر برادرز اُردو بازار لاہور/نعیمیہ بک سٹال حق سٹریٹ لاہور

جلالیہ صراط مستقیم گجرات/انظامیہ کتاب گھر اُردو بازار لاہور/رضا بک شاپ گجرات

مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ/مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ گوجرانوالہ

مکتبہ فیضانِ مدینہ سرائے عالمگیر، مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر/مکتبہ فیضانِ اولیاء کاموکی

مکتبہ فیضان مدینہ گکھڑ/مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں/کرمانوالہ بک شاپ اُردو بازار لاہور

صراط مستقیم پبلی کیشنز 5،6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور/احمد بک کارپوریشن راولپنڈی

اسلامک بک کارپوریشن، راولپنڈی، مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی، صراط مستقیم پبلی کیشنز گوجرانوالہ

مکتبہ مہریہ کاظمیہ جامعہ انوار العلوم نیو ملتان/مکتبہ صابریہ لاہور/اویسی بک سٹال گوجرانوالہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

﴿فہرست﴾

میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمَّا بَعْدُ! عرف میں بچپن پیدائش سے سنِ شعور تک ہوتا ہے اس کے بعد لڑکپن تا بلوغ پھر جوانی وغیرہ لیکن یہاں ہم نے سرکار دو عالم ﷺ پر لڑکپن کا اطلاق اچھا نہیں سمجھا۔ دونوں کو ملا کر آپ ﷺ کے لئے بچپن استعمال کیا ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر مجبور محض اور بے خبر سمجھنے والوں کو معلوم ہو کہ حضور نبی پاک ﷺ پیدائش سے ہی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ محض تعلیم امت کے لئے یہ طریقے اختیار فرمائے کہ بچپن کیسا ہو اور لڑکپن کیسا اور جوانی کیسی۔ اسی لئے آپ کے ہر طور طریقہ کو ہم بشریت سے تعبیر کرینگے لیکن امتیازی شان بھی تسلیم کرینگے اور یقین کرینگے کہ نبی کریم ﷺ پیدائشی طور عالم ہیں اور آپ کی ہر ادا نرالی۔ فقیر نے یہ رسالہ ایک عرصہ پہلے جمع کر رکھا تھا۔ عزیزم حاجی محمد احمد صاحب اور حاجی محمد اسلم صاحب کی استدعا پر انہیں کے حوالہ کرتا ہوں مولیٰ عزوجل اسے فقیر کیلئے توشۂ آخرت اور عزیزوں کے لئے موجب نجات اور قارئین کے لئے مشعلِ راہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

بجاہ حبیب الکریم ﷺ مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

دُعائے خلیل علیہ السلام

ہزار سال پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی اسی کا نتیجہ میں ہوں (فرمانِ رسول ﷺ)

حضرت عرباض بن ساریہ کی روایات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ہاں میں اس وقت بھی خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی گارے میں تھے، تمہیں بتاؤں کہ میرا پہلا امر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت پھر میری ماں کا خواب جو انہوں نے مجھے جننے کے وقت دیکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویوں سے دو بیٹے تھے، ایک بیوی حضرت سارہ، دوسری بیوی حضرت ہاجرہ۔ حضرت ہاجرہ کے فرزند کا نام شمائل تھا۔ عربوں نے اس کا تلفظ تبدیل کر کے اس کو اسماعیل علیہ السلام بنا دیا۔ حضرت سارہ سے جو بیٹا ہے اس کا نام ہے اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں یعقوب۔ ان حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے بارہ بیٹے دیئے تھے۔ ان بارہ بیٹوں کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور بنی اسرائیل میں چودہ ہزار پیغمبر آئے ہیں۔

حضرت اسماعیل کی اولاد میں صرف ایک نبی ہیں۔ اوّل و آخر جن کا نام محمد ﷺ ہے۔ اور قریش کے ایک گھرانے میں جو عبدالمطلب کا گھرانہ تھا آپ تشریف لائے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خاندان اور اس گھرانے میں پیدا کیا ہے کہ جس گھرانے سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا تک، جتنے آباء ہیں، جتنی مائیں ہیں، جتنے مرد ہیں سب نے نیک ازدواجی زندگی بسر کی ہے۔ اس میں کوئی آدمی، عورت، مرد زنا میں ملوث نہیں ہوا۔ اندازہ لگایئے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش تک لاکھوں مرد اور عورتیں ہیں۔ یہ خبر نبی پاک ﷺ نے دی۔

علم غیب

نبی پاک ﷺ کی علمی وسعت نہ بھولنا کہ کیسے وثوق سے لاکھوں انسانوں کے متعلق صفائی بیان فرما دی حالانکہ عام آدمی صرف اپنی ماں اور باپ کے متعلق کسی قسم کی صفائی نہیں دے سکتا۔

حضور سید عالم ﷺ کی پیدائش رُوئے زمین کے اس مرکزی مقام پر ہوئی ہے جو پوری دنیا کا مرکز ہے، اور وہ مکہ ہے، جبکہ از روئے خاندان ایسے خاندان میں ہوئی جو روئے زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے افضل خاندان ہے جو آگے چل کر خاندان قریش کہلایا۔

حضور نبی پاک شہ لولاک ﷺ کی پیدائش سب کیلئے رحمت کا باعث بنی، اس لئے کائنات کا اس پر فخر و ناز بجا ہے۔

عالم انسانی اندھیروں میں ڈوب چکا تھا۔ کاروانِ زندگی اپنی راہ و منزل کو گم کر کے بھول بھلیوں میں سرگرداں تھا۔

حیات انسانی کا وجود شرک وبت پرستی سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ روحِ انسانی بلکہ روح کائنات ہی مضطرب وپریشان تھی۔ اسے اس نجات دہندہ ہستی کا انتظار تھا جس نے رحمت اللعالمین بن کر ظاہر ہونا تھا۔ وہ عظیم ہستی جس کی منتظر حیات وزمانہ تھی انسانیت کیلئے نہیں بلکہ تمام عوالم کے لئے رحمتِ تمام تھی۔ وہ ختم الرسل اور خاتم النبیین تھی اور اسے دنیا میں ایک عالمگیر وہمہ گیر حسین ومنور اور مثالی ولاثانی انقلاب لانا تھا اور حسین ومنور مثالی معاشرے کی تشکیل وتعمیر کرنا تھی، جس سے تمام بنی نوع انسان کو بالخصوص ابد تک کیلئے مستفید ہونا تھا۔

آخر وہ ساعتِ سعید اور مبارک دن آ گیا جس کا زمانہ منتظر تھا۔ صحرائے عرب کی دوشیزہ، سرزمین بیت اللہ کے امین مکہ معظمہ کا مقدس شہر، حضرت عبدالمطلب کا گھر، واقعہ فیل کا پہلا سال، ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ اور دوشنبہ (پیر) کی صبحِ سعادت تھی کہ صاحب جمال وجلال، نبیٔ رحمت، پیغمبر اعظم، خاتم النبیین ﷺ کا ظہور ہوا۔

اس وقت ایران میں نوشیروان عادل حکومت کرتا تھا، اور یمن میں حاتم طائی کی سخاوت کا شہرہ تھا۔ آپ ﷺ واقعہ فیل سے چالیس دن بعد پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی ولادت مکہ مکرمہ میں مقام سوق اللیل کے اس مکان میں ہوئی تھی جو حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی کا مکان کہلاتا ہے۔ آپ کی ولادت والا حجرہ اُس گھر کا ایک حجرہ بنا دیا گیا جسے ایک مدت کے بعد خلیفہ ہارون رشید کی والدہ خیزران نے مکان سے علیحدہ کر کے مسجد میں تبدیل کر دیا جس میں نماز پڑھی جانے لگی۔

عالم انسانی پر قیامت نما طویل و سیاہ رات چھائی ہوئی تھی اور وہ جرم و گناہ کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ رُشد و ہدایت کا آفتاب درخشاں طلوع ہوا، اور انسان پر دنیاوی و اُخروی کامیابیوں کی راہ و منزل وا ہوگئی، اس طرح کاروانِ انسانیت نبی رحمت، پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و متابعت میں ترقی و کامیابی کی راہ پر گامزن ہوگیا۔ اس اعتبار سے یہ انسانیت کے مقدر کی رات اور ان گنت راتوں میں افضل و اعلیٰ رات تھی۔

ختنہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

حضرت عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کی نوید جانفزا سُنی تو انتہائی خوش ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کیلئے خانہ کعبہ میں لے گئے۔

عقیقہ

ساتویں دن عقیقہ کیا۔ سنتِ ابراہیمی کے مطابق سردار عبدالمطلب نے مکہ مکرمہ کے ہر گھر سے ایک ایک نفر کو عقیقہ کی دعوت کیلئے مدعو کیا، ایک ہزار نفر شریک ہوئے۔

دودھ پلانے والیاں

حضرت سیدہ آمنہ کے بعد ثویبہ نے کچھ روز دودھ پلایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوش خبری ثویبہ نے ابولہب کو سب سے پہلے سنائی تھی، اس خوشی میں ابو

لہب نے ثویبہ کو آزاد کردیا۔ آزادی ملنے کے بعد ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ثویبہ کے بعد سیدہ حلیمہ سعدیہ نے دو برس دودھ پلایا۔

دو برس کے بعد بھی کچھ عرصہ بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ کے پاس رہے۔ دو تین برس کے بعد بی بی حلیمہ سعدیہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس مکہ پہنچا دیا۔ اسی دوران بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا تو دو سال حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کفالت میں رہے۔ ان کے وصال کے بعد ابو طالب نے کفالت سنبھالی۔ بچپن کا کچھ حصہ، پھر جوانی اور اعلان نبوت ابو طالب کے دور میں ہوا۔ کافی عرصہ ابو طالب کو کفالت کا موقعہ ملا۔ ان مختصر حالات کی تفصیل حاضر ہے۔

دور رضاعت

ولادت باسعادت کے بعد صرف تین چار روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا اس کے بعد ثویبہ رضی اللہ عنہا نے۔

ثویبہ کا تعارف

ثویبہ (بضم ثاء وفتح واو وسکون یاء) ابولہب کی کنیز تھیں۔ مروی ہے کہ جس شب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ثویبہ نے ابولہب کو نوید سنائی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے برسم عرب ثویبہ کو مبارکبادی سنانے پر آزاد کردیا اور حکم دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلائے اور اظہار مسرت کیا۔

برکاتِ میلاد شریف

اسی حدیث سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے کہ ایک کافر نے شب میلاد رسمی طور خوشی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی طرف سے اس کے بدلہ میں اسے سوموار کی رات عذاب سے تخفیف کردی حالانکہ اس کی مذمت میں آیت قرآن نص ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''دریں جا سند است اہل موالید الخ یعنی اسی حدیث میں میلاد کرنے والوں کے لئے سند ہے کہ ولادت کی خوشی کا اظہار کریں اور خوب مال خرچ کریں (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۶) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت کا سلسلہ طویل ہے وہ بعد کو عرض کرونگا۔ حضرت ام ایمن نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے بعد حضور ﷺ کی پرورش کے فرائض انجام دیے۔

تعارف اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا

آپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (حضور نبی کریم ﷺ کے والد گرامی) کی باندی تھیں۔ حضور رسولِ اکرم ﷺ کو والد کی میراث سے ملی تھیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی حضور ﷺ کو بھوک اور پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا، اگر ایسا ہوتا کہ دوپہر کو کھانے کا کہا جاتا تو آپ فرماتے کہ مجھے کھانے کی رغبت نہیں۔ یہ وہی ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا پیشاب مبارک نوش فرمایا۔ یہی ام ایمن رضی اللہ عنہا حضرت آمنہ کے وصال کے وقت ابواء میں ساتھ تھیں۔

اسلام مرضعات

جتنی بیبیوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تمام اسلام سے مشرف ہوئیں۔

(۱) ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے، بعض محدثین انہیں صحابیات میں شمار کرتے ہیں۔ سیر کی کتابوں میں ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم رضاعت ان کا اعزاز و اکرام فرمایا، اور مدینہ مطہرہ سے ان کے لئے کپڑے اور انعام بھجواتے۔ ان کی وفات غزوۂ خیبر کے بعد ۸ھ میں ہوئی ہے اور حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے وقت مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ان کے رشتہ داروں کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا کوئی عزیز وقریب ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے۔

فائدہ: انہیں ثویبہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے، اس بنا پر حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان رضاعی بھائی کی نسبت بھی ثابت ہے۔ (مدارج النبوۃ)

(۲) منقول ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات دن سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثویبہ کا دودھ پیا، اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ ان کا اپنا نام ونسبت ہی حلم ووقار اور سعادت کے ساتھ متصف تھا اور وہ اُس قبیلہ بنی سعد بن بکر سے ہیں جن کی شیریں زبانی، اعتدالِ آب وہوا اور فصاحت وبلاغت مشہور ومعروف ہے۔ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے کہ میں قریشی ہوں''۔

سیدہ حلیمہ سعدیہ

ان کے اسلام میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ انکا اسم مبارک حلیمہ بھی اسلام کی محبوب خصلتوں پر دال ہے۔ چنانچہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ عبدالقیس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

"ان فیك الخصلتین یحبها الله ورسوله الحلم والاناة" ط

ترجمہ:۔ تجھ میں دو خصلتیں ہیں، خدا اور رسول کو پیاری ہیں حلم اور بردباری۔ ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت و نیک طالعی ہے۔ شرف اسلام وصحابیت سے مشرف ہوئیں۔

"کمابینه الامام مغلطائی فی جزء حافل سماه التحفة الجسیمه فی اثبات اسلام حلیمه"

جب روز حنین حاضر بارگاہ ہوئی ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا (الاستیعاب ج ۴ ص ۲۷۰)

طفیل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ صرف مرضعات (دودھ پلانے والیاں) بلکہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کے شوہر اور بعض اعزہ واقارب کو بھی دولتِ ایمان واسلام نصیب ہوئی۔ بعض کا ذکر حاضر ہے۔

(۱) سیدتنا حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت حارث سعدی بھی شرف اسلام وصحبت مبارک سے مشرف ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے۔ راہ میں اہلِ قریش نے کہا: اے حارث! تم اپنے بیٹے کی تو سنو، وہ کہتے ہیں کہ مُردے

زندہ ہوں گے اور اللہ نے دو گھر جنت و نار بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حقیقتِ حال کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتاؤں گا کہ دیکھو یہ وہی دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا، یعنی روز قیامت۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے۔ ''اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں''۔ رواہ یونس بن بکیر۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''اَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَّ هَمَّامٌ'' سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث و ہمام ہیں۔

(رواه البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والنسائی ...... عن ابی لهیمی رضی الله عنه)

(۲) حضور رسول اکرم ﷺ کے رضائی بھائی، جو پستان شریک تھے، جن کے لئے حضور سید العادلین ﷺ بایاں پستان چھوڑ دیتے یعنی حضرت عبداللہ سعدی ابن حلیمہ سعدیہ، یہ بھی مشرف باسلام وصحبت ہوئے۔

(کما عند ابن سعد فی مرسل صحیح الاسناد)

(۳) حضور سید عالم ﷺ کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سلاتیں، اسی لئے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں، شیما سعدیہ رضی اللہ عنہا یعنی نشان والی، علامت والی، جو دور سے چمکے، یہ بھی مشرف باسلام و صحابیت ہوئیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور پُر نور ﷺ کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں تو تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی تو جوشِ محبت

سے اپنی پستانیں دہن اقدس میں رکھیں۔ تینوں کے دودھ اتر آیا۔ تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنی زنِ شریفہ، رئیسہ کریمہ، سراپا عطر، آلود تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے" ذکرہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب" بعض علماء نے حدیث "اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ مِنْ بنی سلیم" کو اسی معنی پر استدلال کیا (نَقَلَهُ السُّهَيْلِي) یعنی وہ بھی دولتِ اسلام سے نوازی گئیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آئندہ اوراق ملاحظہ ہوں۔

مدتِ رضاعت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں ۲ سال رہے، اسی دوران آپ کی رضاعی بہن حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی بی بی شیما رضی اللہ عنہا آپ کی دیکھ بھال کرتی اور کھلاتی پلاتی تھی۔ یہ وہی شیماء ہے جس نے غزوۂ حنین کے بعد قیدی عورتوں میں کسی صحابی سے کہا کہ میں تمہارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن ہوں تو لوگ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ حضرت شیماء نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا کوئی ثبوت ہے۔ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض واقعات یاد دلائے۔ حضور نے اپنی چادر اسکے لئے بچھائی، اس پر اسے بٹھایا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رُخسار مبارک پر بہنے لگے۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ اور ان کی قوم کا حال دریافت فرمایا؟ اس نے کہا "وہ دنیا سے رخصت ہو گئی" بعد ازاں آپ نے

شیماء سے فرمایا کہ اگر چاہو تو ہمارے پاس رہو اور معزز و مکرم رہو، اگر چاہو تو انعام و اکرام دیکر تمہیں گھر واپس کر دیا جائے۔ اس نے گھر جانے کو کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک باندی، تین غلام اور بکریاں دیکر رخصت فرمایا۔ حضرت شیماء زیور ایمان سے آراستہ ہو کر اپنے گھر لوٹی۔ (مدارج جلد ۲، ص ۵۲۶)

چار سال

وہ دو سال رضاعت کے تھے، اس تکمیل کے بعد حضرت حلیمہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ لے آئیں لیکن اس کا جی چاہتا تھا کہ کچھ عرصہ مزید حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس رونق افروز رہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ چونکہ مکہ مکرمہ میں وباء پھیلی ہوئی ہے اس لئے میں آپ کو اپنے قبیلہ میں لیجانا چاہتی ہوں، سیدہ آمنہ اس پر راضی ہوگئیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ اپنے قبیلہ بنی سعد میں لے آئیں۔ اس مرتبہ دو یا تین سال مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں رہے۔ اس دوران شق صدر ہوا۔

واقعہ شقِ صدر

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری بار قبیلہ ہوازن میں لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شق الصدر کا واقعہ پیش آیا۔ شق الصدر کے واقعے سے متعلق ابن ہشام سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

(حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (دوبارہ) ساتھ لے کر

آئی تو چند ماہ بعد ایک واقعہ رونما ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (رضائی) بھائی کے ساتھ بکریوں کے بچوں کے ریوڑ میں ہمارے گھر کے عقب میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہانپتا کانپتا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا مرا جو قریشی بھائی ہے اسے دو شخصوں نے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں پکڑ لیا اور لٹا کر اس کا پیٹ چاک کر ڈالا اور اسے مار رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی میں اور آپ کے رضائی والد آپ کی طرف دوڑے اور دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ سخت مکدر تھا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگا لیا اور پوچھا ہمارے بیٹے! کیا ہوا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرے پاس دو شخص آئے تھے وہ سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ انہوں نے مجھے لٹا کر مرا سینہ چاک کیا اور کوئی چیز نکالی جو میں نہیں جانتا کہ کیا تھی؟ پھر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے ڈیرے کو لوٹے۔ (ابن ہشام)

شق صدر کی روایات از ابن اسحاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ جب میں اپنی ماں کے بطن سے آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس سے بلادِ شام کے محل ان پر منکشف ہو گئے۔ بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں دودھ پی کر میں نے پرورش پائی۔ میں اپنے گھروں کے پیچھے اپنے بھائی کے ساتھ تھا اور ہم بکریوں کے بچے چرا رہے تھے کہ سفید کپڑوں میں ملبوس دو شخص برف سے بھرا سونے کا ایک طشت لے کر میرے پاس آئے انہوں نے مجھے پکڑا اور مرا بطن یا سینہ چاک کیا۔

میرا قلب نکالا اور اسے بھی چاک کیا، اس میں سے ایک کالے گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر انہوں نے میرا دل اور سینہ اس برف سے یہاں تک دھویا کہ اسے پاک وصاف کر دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ''انہیں ان کی امت کے دس شخصوں کے مقابل تولو''۔ جب مجھے ان کے مقابل تولا تو میں وزن میں ان سے بڑھ گیا۔ پھر اس نے کہا ''ان کی اُمت کے ہزار افراد کے مقابل تولو''۔ اس نے مجھے اس کے مقابل وزن کیا تو میں پھر بڑھ گیا۔ تو یہ دیکھ کر اس نے کہا ''انہیں چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! اگر تم انہیں ان کی ساری امت سے تولو گے تو بھی ان کا وزن بھاری ہوگا''۔

فائدہ: بعض لوگوں کو شق صدر کے واقعہ پر اعتراض ہے یہ ان کی کم علمی کی دلیل ہے، پھر یہ صرف ایک بار نہیں کئی بار ہوا۔ اس میں ایک نہیں بیشمار حکمتیں و اسرار ہیں۔ فقیر نے ایک مستقل تصنیف ''رفقۃ القدر فی شق الصدر'' میں اسرار وحکم اور معترضین کے اعتراضات کے جوابات مفصل و محقق بیان کئے ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک

بی بی آمنہ کے ہاں واپسی

اس دوسری دفعہ واپسی کا سبب وہی شق صدر ہوا۔ چنانچہ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب شق صدر کا قضیہ پیش آیا تو میرے شوہر اور دوسرے لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ آپ کو کوئی گزند پہنچے بہتر یہی ہے کہ حضور ﷺ کو ان کی والدہ

ماجدہ اور ان کے جدِ امجد کے سپرد کر دینا چاہئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے، جب ہم مکہ کے قُرب و جوار میں پہنچے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی، جب واپس آئی تو حضور کو اس جگہ موجود نہ پایا۔ بہت تلاش و جستجو کی مگر کوئی نام و نشان نہ پایا۔ ناامید ہو کر سر پر ہاتھ مار کر وامحمداہ والداہ کہہ کر پکارنے لگی۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی ٹیکتا میرے پاس آیا، اس نے مجھ سے کہا: اے سعدیہ! کیا بات ہے، کیوں نالہ و شیون کر رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے محمد بن عبدالمطلب کو اپنے پاس رکھا تھا۔ اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ اور دادا کے سپرد کرنے آئی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ بوڑھے نے کہا: روؤ نہیں اور غم نہ کھاؤ میں تمہیں اس کی رہنمائی کرتا ہوں جہاں وہ ہوں گے۔ اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے کہ ہمیں ان تک پہنچا دے۔ میں نے کہا: میری جان تم پر قربان! بتاؤ وہ کون ہے؟ بوڑھے نے کہا: وہ بڑا بت ہے جس کا نام ہبل ہے وہ بڑا مرتبہ والا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہارا فرزند کہاں ہے۔ میں نے کہا: خرابی ہو تیری! کیا تو نہیں جانتا اور تو نے نہیں سنا کہ اس فرزند کی ولادت کی رات میں بتوں پر کیا گزری تھی۔ وہ سب ٹوٹ کر اوندھے گر پڑے تھے۔ بوڑھا زبردستی مجھے ہبل کے پاس لے گیا اور اس کا چکر لگوایا اور میرا مقصد اس نے بت کے سامنے بیان کیا تو ہبل سر کے بل گر پڑا اور دوسرے تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے۔ ان کے خول سے یہ آواز آئی۔ اے بوڑھے! ہمارے سامنے سے دور ہو

اور اس فرزندِ جلیل کا ہمارے سامنے نام نہ لے کیونکہ اس ذاتِ مبارک کے ہاتھ سے ہماری ہلاکت، تمام بتوں کی تباہی اور تمام پجاریوں کی بربادی ہوگی۔ اس کا رب انہیں ہرگز ضائع نہ کرے گا اور وہ ہر حال میں اس کا محافظ ہے۔

ندا دی ہاتف غیب نے

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت عبدالمطلب کے پاس آئی۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا: کیا بات ہے، میں تمہیں فکر مند اور پریشان دیکھ رہا ہوں، اور ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ نہیں ہے؟ میں نے کہا: ''اے ابو الحارث! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح لا رہی تھی، جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی، واپسی پر وہ غائب ملے۔ ان کی جستجو و تلاش میں بہت زیادہ سرگرداں رہی مگر کوئی خبر نہ پا سکی''۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو آواز دی کہ اے آلِ غالب میرے پاس آؤ۔ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو قریش نے کہا: اے سردار! آپ کو کیا معاملہ درپیش ہے؟ فرمایا: میرا فرزند محمد صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبدالمطلب اور تمام قریش سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے اور مکہ کی اعلیٰ و اسفل، ہر جگہ میں تلاش کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ملے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا اور بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی۔ یہاں آپ نے ہاتفِ غیبی کی آواز سنی کہ اے لوگو! غم نہ کھاؤ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا محافظ ہے، وہ آپ کو اپنی

حفاظت سے کبھی دور نہ فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا: اے ہاتفِ غیبی! مجھے بتاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اس نے کہا: تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؓ وادی تہامہ کے جانب چل دیئے۔ راہ میں ورقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور اس کے پتے چُن رہے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا ''مَن انت یَا غُلَامُ'' اے فرزند تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ میری جان تم پر قربان ہو، میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں، اس کے بعد انہوں نے حضور کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوش خوش مکہ مکرمہ لے آئے۔ اور بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیئے۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہ کو قسم قسم کے انعام واکرام سے مالا مال کیا، وہ اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس گمشدگی میں کیا بھید تھا۔ بعض مفسرین آیہ کریمہ ''ووجدك ضالا فهدى'' کی بھی تفسیر کرتے ہیں (مدارج النبوۃ)

بچپن میں مدینہ کا سفر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھ برس کے تھے جب صحرا سے واپس آئے ہی تھے۔ ماں نے ابھی جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا اور مکمل پیار بھی نہیں کیا تھا۔ پیارے بیٹے کو دیکھا تو اسکے

باپ کی یاد آئی۔ خیال آیا کہ وہ ہوتے تو اپنے لختِ جگر کو دیکھتے تو کتنے خوش ہوتے، یقیناً ان کی روح بچے کو دیکھنے کیلئے بے قرار ہوگی۔ ان خیالات پر بچے کو باپ کی قبر پر لے جانے کا فیصلہ کیا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چھ یا سات سال کے ہوئے تو سیدہ آمنہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کیلئے گئیں، ان کے ساتھ بی بی ام ایمن تھیں۔ قبیلہ بنی نجار کے ہاں مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔ شادی کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ابھی تین ماہ ہوئے تھے کہ وہ تجارت کے لئے شام کے ملک میں گئے ہوئے تھے، وہاں سے واپسی پر مدینہ پاک میں کھجوروں کے کاروبار کی غرض سے ٹھہرے، بیمار ہوئے اور یہیں پر رحلت فرمائی۔ نابغہ کے مکان میں دفن کیا گیا۔

بچپن میں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مدینہ میں

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں ایک مہینہ گزار کر مکہ کو واپس ہونے لگیں تو دورانِ سفر مقام ابواء میں انتقال فرمایا اور اسی جگہ دفن کی گئیں۔ ابواء مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ کی قبر انور مکہ مکرمہ کے مقام حجون میں جانب مُعلیٰ یعنی بلندی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابواء میں مدفون ہونے کے بعد انہیں مکہ مکرمہ منتقل کیا گیا ہو۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو یاد

کرتے تھے جو آپ نے والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے قیام کے دوران مدینہ میں دیکھی تھیں، اور جب اس مکان کو ملاحظہ فرماتے جس میں سیدہ آمنہ نے اقامت فرمائی تھی تو فرماتے کہ اس مکان میں میری والدہ ماجدہ نے قیام کیا تھا۔ اور آنے جانے والے یہودی میری طرف دیکھ کر کہا کرتے کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر مدینہ ان کا مقامِ ہجرت ہے، مجھے یہ سب باتیں یاد ہیں۔ ابونعیم، زہری کی سند سے، اسماء بنت جرہم سے روایت کرتے ہیں کہ اسماء بیان کرتی ہیں، میں اس وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی جس وقت انہوں نے وفات پائی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سال کے بچے تھے اور اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔

اس مختصر عرصہ اور کمسنی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراکی سیکھ لی۔ مدینہ کے اس قیام وسفر کے اثرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اس طرح مہر تسلیم ہوئے کہ زمانہ اس کو محو نہ کر سکا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس واقعہ کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے۔

مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب ہم (بچے) بنی النجار کی گڑھی کے سامنے کھیلا کرتے تھے۔ گڑھی پر کوئی چڑیا آ کر بیٹھتی تو اسے اڑانا ہمارا محبوب مشغلہ تھا۔ ہمجولیوں میں ہمارے ساتھ ایک لڑکی بھی کھیلا کرتی تھی جس کا نام انیسہ تھا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ابواء سے گزرتے تو والدہ ماجدہ کی قبر پر جلوہ گر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو جاتی۔

فائدہ: بعض نے کہا ہے کہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ

حضرت ام ایمن کے ساتھ مدینہ پاک آپ کے دادا کے ننھیال خاندان بنو نجار کو ملنے گئیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ان سے کرائیں کیوں کہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی بنت عمر خاندان نجار میں سے تھیں، لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ رشتہ بہت دور کا تھا پھر اتنے دور کے رشتے داروں کی ملاقات کے لئے اتنا بڑا سفر کرنا کیسا؟ بعض مورخین کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے شوہر حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئیں تھیں۔ حضرت اسماء بن ابی رھم فرماتی ہیں کہ میری والدہ حضرت آمنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس حاضر تھیں، اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پانچ یا چھ سال تھی، آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نے آپ کی طرف دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ غُلَام

يَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَام

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّام

فُوْدِیَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَام

بِمِائَةٍ مِّنْ اِبِلٍ سَوَام

اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَام

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَام

مِنْ عِنْدِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام

تُبْعَثُ فِی الْحَلِّ وَفِی الْحَرَامِ

تُبْعَثُ فِی التَّحْقِیْقِ وَالْإِسْلَام

دِیْنِ اَبِیْكَ الْبَرِّ اِبْرَاهَام

فَاللّٰهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَام

اَنْ لَّا تُوَالِیْهَا مَعَ الْاَقْوَام

(شرح زرقانی علی المواہب ج 1 ص 124، الخصائص الکبریٰ ج 1 ص 135)

ترجمہ:۔ اے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو اس کا بیٹا ہے جس نے موت کی سختی سے ملک العلام کی مدد سے نجات پائی تھی۔ جب کہ صبح کے وقت عبدالمطلب نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے اس کے بھائیوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور تمہارے باپ کا نام نکلا تھا تو فدا کیا گیا تھا ان کے عوض ایک سو قیمتی اونٹوں کو۔ بیٹا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اگر وہ صحیح تھا تو پھر تو جن وانس کی طرح مبعوث ہوا ہے اللہ تعالیٰ صاحب جلال اور صاحب اکرام کی طرف سے، اور تو مبعوث ہوا ہے سرزمین حرام (مکہ مکرمہ) اور حلال (کل روئے زمین) کی طرف، اور تو مبعوث ہوا ہے حق و باطل کو ظاہر کرنے اور دین اسلام کو پھیلانے کے لئے، وہ دین جو تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، وہ ابراہیم جو محسن اور مطیع تھے، اور اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بتوں کی عبادت اور نصرت سے منع فرمایا ہے، اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم اور ان کے لئے ذبح وغیرہ کرے۔ پھر فرمایا۔

"كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيدٍ بَالٍ وَكُلُّ كَبِيرٍ يَفْنٰى وَاَنَا مَيْتَةٌ وَذِكْرِيْ بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا ثم ماتت فكنا نسمع نوح الجن عليها فحفظنا من ذالك" (المواهب اللدنيه ج1صفحه129)

ترجمہ:۔ ہر زندہ مرے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہوگی اور ہر بڑے سے بڑا بھی فنا ہوگا، میں مرجاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا کیوں کہ میں نے خیرِ عظیم (رسول اللہ ﷺ) کو چھوڑا ہے، اور میں نے طیب طاہر کو جنا ہے۔ پھر حضرت آمنہ نے وفات پائی تو ہم نے جنوں کا رونا، نوحہ کرنا سنا اور جو کچھ کہتے تھے ان کو یاد رکھا۔

(مواہب ص ۳۲ جلد ۱، مسالک الحنفاء ص ۳۲، مدارج النبوت، ابو نعیم خصائص کبریٰ ص ۱۶۵ جلد ۱)

مرثیہ جنات

حضرت بی بی آمنہ کے وصال پر جنات نے جو اشعار پڑھے وہ یہ ہیں۔

نبكى الفتاة البرة الامينة

ذات الجمال والعفة الرزينة

زوجة عبد الله والقرينة

ام نبى الله ذى السكينة

وصاحب المنبر بالمدينة

صارت لدى حفرتها رهينة

ترجمہ:۔ ہم اس جوان عورت پر روتے ہیں جو محسنہ، مطیع، امینہ اور صاحب جمال و

عفت اور صاحب وقار و عظمت تھی۔ وہ حضرت عبداللہ کی زوجہ و ہم نشین تھیں اور اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی والدہ اور صاحب صبر و ثبات و طمانیت تھیں، اور اللہ کے اس نبی کی والدہ تھیں جو مدینہ میں صاحب منبر ہوگا اور وہ اپنی قبر میں ہمیشہ کے لئے چلی گئیں۔

دلیل ایمانِ آمنہ

بے شمار مشاہدات دلیل ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مومنہ تھیں۔ علاوہ ازیں نبی پاک ﷺ کی زندگی اقدس میں یہ واقعات مسلسل مشاہدہ میں آئے کہ جس شئے کو آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا یا وہ شئے جو آپ سے مس کر گئی تو اسے دنیا کی آگ نہیں جلا سکتی، بلکہ آپ کی معمولی سی نسبت کو بھی آگ نے مس نہ کیا مثلاً نارِ حجاز پہاڑوں، پتھروں، درختوں وغیرہ کو کھاتی چلی آئی لیکن جونہی حرمِ نبوی تک پہنچی تو رک گئی۔ حرم نبوی کا اتنا ادب کہ ایک لکڑی پڑی تھی جس کا ایک حصہ حرم کے اندر، ایک حصہ باہر، آگ نے باہر والا جلا دیا اور اندر والا حصہ سالم رہا۔ تفصیل فقیر کی کتاب ''محبوبِ مدینہ'' میں دیکھئے۔

گزارشِ اویسی غفرلہ

توحید کے مدعی ہوش کر اور سوچ کہ جس ذاتِ اقدس ﷺ کی معمولی نسبت کا یہ حال ہے تو وہ ماں سیدنا آمنہ جس کے شکمِ اطہر میں اس ذات نے ایک عرصہ قیام فرمایا اور کئی ماہ دودھ پیا، اور گود اور چھاتی بلکہ تمام جسم کو مشرف فرمایا اس خوش قسمت کو تو دوزخ کا ایندھن بناتا ہے، تیرے اس عقیدے پر حیف ہے۔

دلیل ایمانِ آمنہ مرثیہ بر وفاتِ عبداللہ رضی اللہ عنہ

ابھی حضور سرورِ عالم ﷺ شکمِ مادر میں تھے کہ آپ کے والد بغرض تجارت ملک شام کو گئے واپسی کے وقت کھجوریں خریدنے کے لئے مدینہ میں اُترے، وہیں بیمار ہو گئے، ۲۵ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ آپ کو دار نابغہ الجعدی (نابغہ بنو عدی بنی نجار قبیلہ) میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات پر سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے۔

عفا جانب البطحا من آل هاشم

وجاور لحدا اخارجا في الغمائم

دعته المنايا دعوة فاجابها

وما تركت في الناس مثل ابن هاشم

عشية راحوا يحملون سريره

تعاوره اصابه في التزاحم

فان تلك غالته المنايا وريبها

فقد كان معطاء كثيرا التراحم

ترجمہ۔ بطحا کی زمین آلِ ہاشم (حضرت عبداللہ) سے خالی ہو گئی اور وہ کفن میں لپیٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دُور قبر میں چلے گئے ہیں۔

موت نے ان کو چانک پکارا، اور انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ افسوس موت نے ابن ہاشم (حضرت عبداللہ) کی مثل لوگوں میں کوئی نہیں چھوڑا۔

ان کے دوست شام کے وقت ان کا جنازہ محبت اور پیار سے اٹھا کر چلے تو از راہ محبت وہ باری باری کندھا دینے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

اگرچہ موت اور اس کے اسباب نے حضرت عبداللہ کو چانک پکڑ لیا ہے (مگر ہم ان سے جُدا ہو گئے) بلاشبہ وہ بہت زیادہ سخی اور بہت زیادہ مہربان و پیار کرنے والے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱، ص ۱۰۰)

فائدہ: ۔ حضرت امام زرقانی علیہ الرحمہ مذکورہ بالا اشعار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ کا یہ قول اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ موجدہ تھیں، چنانچہ انہوں نے دینِ حضرت ابراہیم اور اپنے فرزند کا اللہ کی طرف سے نبی بن کر مبعوث ہونا فرمایا ہے اور اس کے ساتھ آپ کو بتوں کی تعظیم، عبادت اور ان کی دوستی سے روکا ہے۔ یہی توحید ہے اور کوئی چیز توحید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی اُلوہیت کا اعتراف واقرار اور اس کے شریک کی نفی اور بتوں کی عبادت سے برأت وغیرہ کی جائے۔ عہدِ جاہلیت میں بعثت سے پہلے کفر سے بری ہونے اور صفتِ توحید کے ثبوت کیلئے اسی قدر کافی ہے۔ (زرقانی ص ۱۶۵ جلد ۱)

بُرھانِ عظیم

اُس زمان میں دینِ حق اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا، یہود و نصاریٰ نے تو رات وانجیل میں تغیر اور تبدل کر دیا تھا، علماء بہت کم تھے اور وہ بھی دور دراز کے ملکوں میں رہتے تھے، دینِ حق کی تبلیغ واشاعت نہ ہونے کی وجہ سے جہالت عام تھی، اور

آپ کے والدین کریمین کی عمریں بھی چھوٹی تھیں ، ان کو اتنا موقع ہی نہ ملا کہ وہ جستجو حق دین کی کریں ، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزاتِ ولادت ورضاعت نے ان کا یقین اتنا پختہ کردیا تھا کہ رائی برابر بھی انہیں دینِ حق کا شک نہ رہا اور معجزاتِ ولادت کی بعض روایات صحاح کی ہیں یا صحاح کے برابر کی ہیں اور ایسی صحیح کہ جن میں مخالفین ضعف ووضع کا چکر چلانے سے عاجز ہیں۔

ایمان کی روشن دلیل

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے اشعار میں ان کی فراستِ ایمانی اور نورانی پیشین گوئی قابلِ غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں مگر میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا ، عرب وعجم کی ہزارہا شہزادیاں فوت ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا اور حضرت آمنہ کا نام اتنا روشن ہے کہ انکا ذکر زمین وآسمان میں گونج رہا ہے اور تا قیامت گونجتا رہے گا۔ مزید تفصیل دیکھئے فقیر کی تصانیف ''قبر آمنہ'' اور ''ابوین مصطفےٰ'' اور ''بغیۃ الحول'' عربی وغیرہ میں۔

ایمان آمنہ رضی اللہ عنہا

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کا ذکر آخر میں اس لئے کیا ہے کہ ناظرین سوچیں کہ جس کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دُور کے تعلق والے دولتِ ایمان سے نوازے گئے تو پھر والدہ حق سے منکر کیوں ؟ حالانکہ ائمہ متاخرین ومشائخ دین اور علمائے محدثین وفقہاء کرام ومفتیانِ اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع علیٰ ایمان ابوین ایسا مقبول

ہوا کہ جو بھی بعد کو اس کا منکر ہوا مارا گیا۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال سب کو معلوم ہے۔ کفر کے مؤقف کو اختیار کرنے کے بعد گونا گوں مصائب و آلام میں مبتلا ہو گئے۔ سیدی علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ مبارکہ میں ان کے بعض مصائب کا ذکر کیا ہے جو کہ ملا علی قاری کو آخری عمر میں پہنچے۔ مثلاً فقر اور مسکنت یہاں تک کہ اکثر اپنی کتب بھی فروخت کر ڈالیں۔ اسی طرح مشہور درسی کتاب حاشیہ شرح عقائد میں موجود ہے کہ ملا علی قاری کے استاذِ محترم علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے خواب میں دیکھا کہ وہ چھت سے گرے ہیں اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ ان کو کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کی توہین کرنے کا تجھے یہ بدلہ ملا ہے۔ پس واقعۃً ملا علی قاری کا تو پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ (نبراس ص ۵۲۶)

حکایت

علامہ سید شریف مصری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ درر میں لکھتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب شب بھر مسئلہ ابوین شریفین کی روایات کی تطبیق میں غور و فکر و تدبر کرنے کیلئے بیدار رہے کہ کسی طرح روایات میں متعارضہ میں کوئی صورت تطبیق کی پیدا ہو۔ شب بیداری اور کثرتِ دماغ سوزی سے آپ پر غنودگی کی حالت طاری ہوگئی۔ مولوی صاحب مذکور عالم بیہوشی میں چراغ پر جھک پڑے۔ کچھ حصہ جسم کا جل گیا۔ بوقتِ صبح کوئی فوجی افسر حضرت کو دعوتِ ضیافت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے دعوت قبول کرلی۔ جب وقتِ مقررہ کے لئے مولوی صاحب گھوڑے پر

سوار ہو کر دائی کے گھر کو جا رہے تھے تو ایک سبزی فروش کے پاس سے گزر ہوا۔ اس نے اُٹھ کر مولوی صاحب کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور آہستگی سے یہ اشعار اس کے کان میں پڑھ کر سنائے۔

اٰمَنْتُ اَنَّ اٰبَآءَ النَّبِیِّ وَاُمَّهٗ

اَحْیَاهُمَا الْحَیُّ الْقَدِیْرُ الْبَارِیْ

حَتّٰی لَقَدْ شَهِدَا لَهٗ بِرِسَالَةٍ

صَدِّقْ فَذَاكَ كَرَامَةُ الْمُخْتَارِ

وَبِهِ الْحَدِیْثُ وَمَنْ یَّقُوْلُ بِضُعْفِهٖ!

فَهُوَ الضَّعِیْفُ عَنِ الْحَقِیْقَةِ الْعَارِ

ترجمہ:۔ میں ایمان لایا ہوں کہ نبی پاک ﷺ کے ابوین کریمین کو اللہ حی قادر نے زندہ کیا۔ ان دونوں نے حضور سرور کونین ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ یہ حق سچ اور حضور رسول اکرم ﷺ کی شرافت و بزرگی کی دلیل ہے۔ اس بارہ میں حدیث مروی ہے۔ جو اسے ضعیف کہتا ہے وہ خود ضعیف الاعتقاد ہے اور ایمان سے عاری ہے۔

کفالتِ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی تربیت و کفالت حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ حضرت عبدالمطلب آپ کو اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ محبوب جانتے تھے اور کبھی آپ کے بغیر دستر خوان نہ بچھاتے۔ جلوت و

خلوت کے تمام اوقات میں حضرت عبدالمطلب کے پاس ان کی مسند پر تشریف فرما رہتے تھے، اور جب کوئی حضرت عبدالمطلب کا مخصوص ہمنشیں مجلسی آداب وقواعد کی رعایت سے چاہتا کہ آپ کو منع کرے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے ''میرے فرزند کو چھوڑ دو کہ وہ اس مسند پر جلوہ فرما ہو کیونکہ وہ اپنے اندر خاص شرافت و بزرگی محسوس فرماتے ہیں، اور میں امید رکھتا ہوں کہ کوئی عرب ان کے سامنے یا ان کے مرتبہ و مقام اور بزرگی و شرافت تک نہ پہنچے گا''۔ اہل قیافہ حضرت عبدالمطلب سے کہتے کہ اس فرزند کی خوب نگہداشت اور محافظت کرو کیونکہ ہم نے آپ جیسے قدم مبارک کسی کے نہیں دیکھے۔ آپ کے قدم مبارک میں وہ اثرات ونشانات ہیں جو مقام ابراہیم میں ہیں۔ جس سال حضرت عبدالمطلب قریش کے سرداروں کے ساتھ سیف ذی یزن کی تہنیت کے لئے یمن کی جانب تشریف لے گئے تو اس نے حضرت عبدالمطلب کو بشارت دی کہ آپ کی نسل سے نبی آخر الزماں ظاہر ہوں گے۔ اس سفر سے لوٹنے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے دیکھا کہ قریش میں شدید قحط پڑا ہوا ہے، اور یہ قحط مسلسل کئی سال تک رہا، اس وقت حضرت عبدالمطلب نے غیبی اشارات کے بعد حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعائے استسقاء کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بارش کی دعا مانگی، پھر خوب زور کی بارش ہوئی جس سے کئی سالوں کی خشکی ناپید ہو گئی۔ وفات کے وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ایک سو دس سال تھی۔ ایک روایت میں ایک سو بیس سال اور ایک روایت میں ایک

سو چالیس ہے۔ مزید حالات اور حضرت عبدالمطلب کے ایمان کے بارے میں تفصیل سے دیکھئے فقیر کی ''شرح خصائص کبریٰ''۔

کفالت ابو طالب

حضرت عبدالمطلب کے بعد حضرت ابو طالب جو حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے حضور ﷺ کے عہدۂ کفالت میں لائے گئے۔ اگرچہ زبیر بن عبدالمطلب بھی حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے لیکن حضرت عبداللہ'' ابو طالب کے درمیان محبت وارتباط بہت زیادہ تھی۔ اور حضرت عبدالمطلب انہیں وصیت فرما گئے تھے کہ حضور ﷺ کی محافظت خوب اچھی طرح کرنا۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی۔ نو، دس اور چھ سال بھی کہا گیا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کو اس بات کا اختیار دیا گیا تھا کہ آپ اپنے چچاؤں میں سے کس کی کفالت میں جانا پسند فرماتے ہیں تو حضور ﷺ نے ابو طالب کی کفالت پسند فرمائی تھی۔ ابو طالب حضور ﷺ کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے اور حضور ﷺ کا بستر مبارک اپنے داہنے پہلو میں بچھاتے۔ گھر کے اندر اور باہر حضور ﷺ کو اپنے ہمراہ رکھتے۔ ابو طالب نے حضور ﷺ کی مدح وثنا میں بہت سے اشعار کہے ہیں ان میں سے ایک ہے۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فذوالعرش محمود وھذا محمد ﷺ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس شعر کی اسطرح تضمین کی ہے۔

الم تر ان اللّٰہ ارسل عبدہٗ
بآیاتہٖ واللّٰہ اعلیٰ وامجد
وشق لہ من اسمہٖ لیجلہ
فذوالعرش محمود وھذا محمد ﷺ

روضۃ الاحباب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

وسیلہ رسول اکرم ﷺ

ابوطالب کے عہدِ کفالت میں بھی مکہ مکرمہ میں قحط پڑا تھا۔ چنانچہ ابن عساکر سے روایت کرتے ہیں کہ میں قحط کے زمانہ میں مکہ مکرمہ آیا تو لوگ مجتمع ہو کر استقاء کے لئے ابوطالب کے پاس آئے۔ ان قریشیوں میں بچے بھی تھے۔ ان میں ایک فرزند آفتابِ تاباں کی مانند تھا جس کے چہرۂ انور پہ ابر کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ابوطالب نے اس فرزند جلیل کو پکڑ کر خانہ کعبہ کے ساتھ اس کی پشت ملا دی اور اس فرزند جلیل نے آسمان کی جانب انگشت مبارک سے اشارہ کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آسمان پر بدلی کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا اس کے بعد بادل ہر جانب سے گھر کر آ گئے اور اتنا برسے کہ ندی نالے بھر گئے۔۔اس وقت ابوطالب نے حضور ﷺ کی مدح میں یہ قصیدہ کہا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتمی عصمۃ للارامل

یہ شعر اس قصیدے میں ہے جسے انہوں نے حضور ﷺ کی مدح وثنا میں کہا ہے۔

محمد ابن اسحاق اس قصیدہ کو اسی ۸۰ سے زیادہ اشعار پر مشتمل بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قصیدے کو اس وقت لکھا جبکہ قریش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مجتمع ہوئے تھے اور جو آپ پر اسلام لانے کا ارادہ کرتا وہ اس سے تنفر کرتے تھے۔ انہوں نے اس قصیدے میں کفار کی مذمت کی ہے اور قریش کے انکار اور ان کی عداوت پر ملامت کی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ویقین اور قبول کی طرف ترغیب دی ہے۔ ابن التقین کہتے ہیں کہ ان کا یہ قصیدہ اس کی دلیل ہے کہ ابو طالب، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بعثت سے پہلے ہی سے بحیرہ راہب وغیرہ جس کا نام جرجیس تھا کہ خبر دینے کی بنا پر خوب جانتے تھے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابو طالب نے اس قصیدے کو بعثت کے بعد لکھا ہے۔ ابو طالب کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی معرفت بہت سی حدیثوں میں آیا ہے، اسی بناء پر شیعہ ان کے اسلام پر استدلال کرتے ہیں۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ میں نے علی بن حمزہ نصری کی وہ کتاب دیکھی ہے جس میں انہوں نے ابو طالب کے اشعار جمع کر کے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر ہی وہ اس جہان سے گئے۔ حق مذہب یہ ہے کہ ابو طالب کی وفات کفر پر ہوئی ہے کیونکہ کوئی چیز ان کی جانب سے اسلام پر ثابت نہیں ہے۔ محدثین نقل کرتے ہیں کہ ابو طالب کی وفات کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سرہانے تشریف فرما ہو کر دعوتِ اسلام دی مگر ان کی جانب سے قبولیت واقع نہ ہوئی۔ نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکا کر سنا کہ وہ کلمہ

شہادت پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ آپ کے چچا اسلام لے آئے، اس پر حضور ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا لیکن یہ روایت صحاح کی روایت کی بہ نسبت کمزور ہے۔

بحیرا منتظر تھا

بارہویں سال حضور ﷺ نے ملکِ شام کی جانب سفر فرمایا اور بصرہ پہنچے۔ اس سفر میں بحیرا راہب نے حضور ﷺ میں نبی آخر الزمان کی ان علامات اور صفات کو دیکھ کر پہچانا جو توریت انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھی تھیں۔ بحیرا راہب نصاریٰ کے احبار میں سے تھا اور زہد و ورع کی صفت میں ممتاز تھا۔ شہر بصرہ کے قریب ایک دیہات میں ایک صومعہ تھا جس میں وہ نبی آخر الزماں کے دیدار کے انتظار میں عرصہ دراز سے ٹھہرا ہوا تھا، اور عمر گزار رہا تھا۔ جب کوئی قریش کا قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور حضور اکرم ﷺ کو معلوم نشانیوں کی بنا پر تلاش کرتا۔ جب ان میں وہ حضور ﷺ کو نہ پاتا تو واپس صومعہ چلا جاتا۔

بادل سایہ کرتا

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ جب حضور ﷺ حضرت ابو طالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آ جاتا۔ بحیرہ اس صورتِ حال کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد بحیرا نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی

دعوت دی اور قافلہ والوں کو بلایا تو ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام گاہ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بحیرا نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے۔ راہب نے کہا ''قافلے والو! کیا کوئی تم میں سے ایسا شخص رہ گیا ہے جو یہاں نہیں آیا ہے''۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلایا اور وہ بادل کا ٹکڑا بھی آپ کے ہمراہ آپ کے سر مبارک پر سایہ کیے ہوئے آیا۔ جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرا نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ'' اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو اسی طرح پر پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرا نے اسے بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا۔ بحیرا اُن میں سے ایک ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں جیسے حبیب نجار، اصحاب قریہ وغیرہ کے قصے میں ہے۔ ابو مندہ اور ابو نعیم اسے صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ اس سفر میں سات (۷) افراد روم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلے تھے۔ بحیرا نے دلائل واضحہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ان پر ثابت کر دی تھی اور کہا تھا کہ یہ فرزند وہی ہے جس کی تعریف و توصیف، توریت و انجیل اور زبور میں آئی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ خدا جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ منقول ہے کہ بحیرا نے ابو طالب کو وصیت کی کہ یہود و نصاریٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب حفاظت کریں کیوں کہ یہ فرزند نبی آخر الزماں ہوگا اور ان کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہوگا۔ انہیں شام لے کر نہ جاؤ کیوں کہ یہود ان کے دشمن ہیں۔ اس کے بعد ابو

طالب اپنا سامانِ تجارت فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس کر دیا اور خود شام کی جانب چلے گئے۔ یہ قصہ مشہور ہے، ترمذی نے اسے حسن کہہ کر صحیح قرار دیا ہے، بجز اس کے کہ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ ''حضور کو حضرت ابو بکر و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ مکہ مکرمہ بھیج دیا، یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اس سفر میں حضرت ابو بکر دو سال چھوٹے تھے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال کے تھے اور شیخ ابن حجر اصابہ میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس میں کوئی منکر نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں، جیسا کہ صاحبِ مواہب لدنیہ نے روایت کی ہے جسے ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ سفرِ شام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی صحبت پائی ہے۔ اس وقت حضرت ابو بکر اٹھارہ سال کے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیس ۲۰ سال کے، یہاں تک کہ آپ نے اس منزل میں اقامت فرمائی جہاں بیری کے درخت تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درخت کے سایہ میں بٹھا کر حضرت ابو بکر ایک راہب کے پاس گئے جس کا نام بحیرا تھا، اور اس سے کچھ دریافت کیا۔ اس کے بعد راہب نے ان سے پوچھا ''وہ کون شخص ہے جو درخت کے سایہ میں جلوہ افروز ہے''؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں''۔ راہب نے کہا ''خدا کی قسم یہ شخص نبی ہے اس لئے کہ ہماری خبروں میں ہے کہ اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہ بیٹھے گا بجز

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے'' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سن شعور کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپنے کے حالات تاریخوں میں بہت کم پائے جاتے ہیں اور مدوین سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف خاطر خواہ توجہ بھی نہیں دی۔ پھر بھی ہم مختصر حالات یہاں پیش کرتے ہیں۔

تعمیر کعبہ

ایک مرتبہ آپ قریش کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان بچوں نے ننگے ہو کر اپنے تہبندوں میں پتھر اٹھانا شروع کر دیئے۔ آپ سے بھی ان سب نے یہی چاہا مگر آپ نے ان کی بات نہ مانی اس لئے کہ کوئی آپ کو برہنہ نہ دیکھے۔ آپ نے تہبند کے بجائے کاندھوں پر پتھر اٹھائے۔

گانے باجے سے حفاظت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ میں نے جاہلیت کی باتوں کی طرف کبھی توجہ نہیں دی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا۔ مگر دو مرتبہ ایسا ہوا کہ میں ان چیزوں کی طرف متوجہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا۔ اور وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ میں اور قریش کا ایک نوجوان ساتھ ساتھ بھیڑیں چرا رہے تھے، میں نے اس سے کہا کہ تم ذرا میری بھیڑیں دیکھتے رہو اور میں قصہ گویان مکہ سے کوئی کہانی اور داستان سن لوں جیسا کہ اور نوجوان بھی سنتے ہیں۔ اس نے کہا'' تم جاؤ اور میں تمہاری بھیڑوں کی رکھوالی

کرونگا۔ جب میں مکہ واپس آیا، ایک گھر کے قریب پہنچا تو میں نے گانے اور دف بجانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے فلاں عورت سے شادی کی ہے اور یہ سارا اہتمام اسی کا نتیجہ ہے۔ پھر میں اس کی آواز کی طرف ملتفت ہوا ہی تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ شروع ہوا۔ پھر میں اس وقت جاگا جب آفتاب کی کرنیں مجھے جگانے آئیں۔ میں اپنے ساتھی کے پاس گیا۔ اس نے کہا سناؤ رات کیسے گذری؟ میں نے اس کو سارا قصہ سنایا دوسری رات پھر اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اس پر لہو لعب کے دروازے اس طرح بند کر دیتا ہے اور فساد و نقص کی راہوں کو اس انداز سے اس پر دشوار و ناقابلِ عبور بنا دیتا ہے کہ اس کو احساس ہی ہونے نہ پائے کہ کوئی طاقت مجھے اس سے جبراً روک رہی ہے۔ اسی لئے ذات باری تعالیٰ نے آپ پر نیند طاری کر دی تا کہ آپ جاہلوں کی رسوم و عادات کا مشاہدہ تک نہ کرسکیں اور آپ ہر عیب و شک سے پاک رہیں۔

عید بوانہ

ام ایمن سے روایت ہے کہ عرب کے لوگ دورِ جاہلیت میں ''عید بوانہ'' منایا کرتے تھے۔ درحقیقت بوانہ ایک بت تھا اصنامِ مکہ میں سے اور وہ اس بت کی عبادت کرتے تھے۔ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اس کے سامنے قربانی کرتے اور اسی کے سامنے قسم کھاتے اور سال میں ایک مرتبہ سارا دن اسی کے پاس بیٹھے

رہتے۔ جناب ابو طالب بھی اپنی قوم کے ساتھ اس عید میں شرکت کیا کرتے تھے۔ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہا کہ قوم کے ساتھ تم بھی اس عید میں شرکت کرو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا، جس پر ابو طالب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں بہت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں کہ تم جو ہمارے خداؤں سے اتنا دور بھاگتے ہو ہمیں خوف ہے کہ تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے کہ تم اپنی قوم کے ساتھ کسی تہوار میں شریک نہیں ہوتے اور نہ ان کی رونق و جمعیت میں اضافہ کرتے ہو۔ ان باتوں سے آخر تمہارا مطلب کیا ہے؟ پھر لوگوں کا اصرار جاری رہا۔ آخر آپ ان لوگوں کے ساتھ گئے اور واپس آئے اس حال میں کہ انتہائی مرعوب و خوفزدہ تھے۔ پھوپھیوں نے پوچھا: ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ پر کسی جن کا سایہ پڑ گیا ہے۔ آپ کی پھوپھیوں نے کہا: نہیں نہیں، کبھی بھی کسی جن کو اللہ تم پر مسلط نہیں کرے گا، تم تو بڑے خوش اطوار ہو، اچھا یہ بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟

آپ نے فرمایا کہ جب میں اس بت کے قریب ہوا تو ایک بلند قامت سفید رنگ آدمی چیختا ہوا دکھائی دیا جو کہہ رہا تھا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہٹ جاؤ، اس کو مت چھونا۔ اس کے بعد پھر کبھی آپ کسی تہوار میں شریک نہیں ہوئے یہاں تک کہ نبوت سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے کبھی بتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت نہیں کھایا۔

آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا۔

یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے کبھی بتوں کی عبادت کی؟ آپ نے فرمایا۔

نہیں۔ پھر آپ سے پوچھا گیا۔

یارسول اللہ ﷺ! کبھی آپ نے شراب پی؟

آپ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ سے یہی سمجھتا تھا کہ شراب پینے والا کافر ہے، حالانکہ میں کتاب وایمان سے واقف نہ تھا (یعنی یہ کہ کس طرح ان دونوں کی طرف دعوت دی جاسکتی ہے)

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے بچپن ہی سے شعروشاعری اور اصنام سے نفرت تھی۔

بکریاں چرانا

آپ کم سنی ہی میں اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، چونکہ آپ بہت رحمدل تھے اس لئے ایسا کرتے تھے۔ آپ نے حرب الفجار میں شرکت کی اور اس وقت آپ کی عمر ۱۴ سال کی تھی اور آپ اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے۔ آپ نے حلف الفضول میں بھی شرکت فرمائی۔

اجمال کے بعد تفصیل

مذکورہ سطور حضور سرور عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کے اجمالی حالات تھے۔ اب ان کی قدرے تفصیل لیکن وہ بھی بطریق اختصار ملاحظہ ہو۔

تاریخ ولادت

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کوئی اختلافی مسئلہ نہ تھا، اسی صدی ۱۵ ویں کے آغاز میں وہابیوں دیوبندیوں نے شوشہ چھوڑا ہے، اس کی وجہ وہی ان کی پرانی عادت کہ کسی مسئلہ سے اختلاف پر ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں جب ناکام ہوتے ہیں تو عوام کے اذہان میں وساوس کے شوشے چھوڑتے ہیں۔ یہ تو عوام جانتے ہیں کہ تحریک وہابیت سے یہ فرقے دیوبندی غیر مقلد وغیرہ بنے بلکہ ان کے ایجنٹ بن کر میلاد شریف کو کنھیا کے جنم کے مشابہ بلکہ اس سے بڑھ کر کہا لکھا۔ جب کسی نے ان کی نہ سنی تو یہ شوشہ چھوڑا کہ تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول نہ تھی۔

ماہِ ولادت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کس ماہ کس تاریخ اور کس دن میں ہوئی؟ جہاں تک ماہ اور دن کا تعلق ہے اس میں سب کا اتفاق ہے کہ ماہ ربیع الاول شریف اور دن سوموار تھا۔

حوالہ جات

(۱) علامہ امام محمد بن عبدالباقی المالکی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''اور مشہور یہی ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے۔''

(۲) محدث ابن جوزی نے بات پر اجماع واتفاق نقل کیا ہے۔ (زرقانی جلد اص ۱۳۸)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَیَّ" (مسلم کتاب الصیام، مشکوٰۃ کتاب الصوم، ص ۱۷۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "اسی دن ہماری ولادت ہوئی اور اسی دن ہم پر وحی نازل ہوئی"۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ "ولد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین" (مسند احمد، زرقانی علی المواہب جلد ا ص ۱۳۲)

تاریخِ ولادت کا اختلاف

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے۔ کتب تواریخ وسیر میں ربیع الاوّل کی دو، آٹھ، دس، بارہ وغیرہ کی روایات موجود ہیں۔ بعض جدید مورخین نے قواعد ریاضی سے حساب لگا کر ۹ ربیع الاوّل شریف کو قطعی قرار دیا ہے اور بعض نے قواعد ہیئت سے ثابت کیا ہے کہ ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ تھی۔ حالانکہ یکم اور نو ربیع الاوّل کی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری۔ مؤلف ناچیز کے نزدیک بارہ ربیع الاوّل کو ترجیح ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی المصری فرماتے ہیں۔

"اور مشہور یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے اور محمد بن اسحٰق و دیگر علماء نے یہی فرمایا ہے اور اسی پر اہل مکہ کا قدیماً و حدیثاً عمل ہے کہ وہ

آج تک اسی تاریخ کو آپ کے پیدا ہونے کی جگہ کی (خصوصیت سے) زیارت کرتے ہیں'' (زرقانی المواہب ص ۱۳۲)

علامہ امام محمد بن عبدالباقی المالکی الزرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ جمہور کے نزدیک وہی ۱۲ ربیع الاول ہی مشہور ہے اور محدث ابن الجوزی، ابن الجزار دونوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اسی پر عمل ہے۔

(زرقانی جلد ۱۔ ص ۱۳۲)

علامہ ابن اثیر، ابن ہشام صرف محمد بن اسحٰق کی وہی روایت۔ اختیار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

(کامل ابن اثیر جلد ۱۔ صفحہ ۲۰۵)

عارفِ کامل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور کی ولادت واقعہ اصحاب فیل کے بچپن (۵۵) روز بعد بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۲)

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اس سال میں ہوئی جس سال ابرہہ بادشاہ لشکر وہاتھی لے کر کعبۃ اللہ شریف پر حملہ آور ہونے آیا تھا اور وہیں ہلاک ہو گیا تھا اور بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (تاریخ طبری جلد ۲۔ ص ۳۳۹)

شیخ المحققین علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ جمہور اہل سیر و تواریخ اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت واقعہ اصحاب فیل کے چالیس ۴۰ یا بچپن ۵۵ روز بعد اسی سال ہوئی اور یہی قول تمام

اقوال سے صحیح ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ ماہ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی، اور بعض علماء اس قول پر اتفاق واجماع بیان کرتے ہیں، اور بعض فرماتے ہیں کہ ربیع الاوّل کی دو تاریخ کو اور بعض کچھ کہتے ہیں بعض کچھ، اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، تفصیل فقیر کے رسالہ ''بارہ ربیع الاوّل ولادت یا وفات'' میں پڑھیے۔

معجزاتِ ولادت

چند معجزات ملاحظہ ہوں۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ آپ اس دوران اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

(۱) آپ والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں دو ماہ کے تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا، اور ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کی وفات پر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: باری تعالیٰ! تیرا محبوب یتیم ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ''اس کا حافظ و ناصر میں خود ہوں''۔

(۲) سیرت ابن ہشام میں مروی ہے کہ دوران حمل بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ اور شام کے محلات روشن ہو گئے (یہ بوقتِ ولادت نور دیکھنے سے پہلے کا واقعہ ہے)

(۳) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مقدسہ کا وقت قریب آیا تو حسب معمول مجھ پر کیفیت طاری ہوئی۔ پھر مجھے اچانک یوں محسوس ہوا کہ سفید پرندے کے پر کی طرح کسی روشن چیز نے میرے دل پر مسح کیا ہو،

جس سے درد فوراً جاتا رہا۔ پھر میں نے خوبصورت طویل القامت عورتوں کو دیکھا، مجھے تعجب ہوا اور میں نے پوچھا کہ تم میرے پاس کہاں سے آئی ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم آسیہ (فرعون کی بیوی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں) اور مریم بنت عمران ہیں اور ہمارے ساتھ یہ جنتی حوریں ہیں۔ پھر میں نے زمین سے آسمان تک سفید سی روشنی دیکھی۔ پھر میں نے فضا میں ایسے مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں تھیں۔ پھر میں نے سفید جنتی چڑیوں کو دیکھا جن کی چونچ زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے، وہ میرے کمرے پر سایہ فگن ہو گئیں۔ پھر اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے۔ اسی وقت میں نے تین عظیم الشان جھنڈے دیکھے جو نصب کر دئے گئے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔ بس اسی مشاہدہ کی حالت میں اچانک حضور میرے بطن سے باہر تشریف لے آئے اور سارا گھر نور ہی نور بن گیا، اور آپ مسکرا رہے تھے، پھر آپ سجدے میں گر گئے، اس وقت آپ کی حالت تضرع اور گریہ وزاری کی ہو گئی، آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا رکھی تھی (گویا اللہ کی توحید کی شہادت دے رہے تھے) پھر اچانک آسمان کی طرف سے سفید بادل نمودار ہوا، اس نے حضور کو ڈھانپ لیا، اور ایک منادی کی ندا بلند ہوئی کہ "حضرت محمد ﷺ کو مشارق و مغارب اور بحر و بر میں پھراؤ تا کہ سب انس و جن، ملائکہ اور چرند پرند الغرض ہر شے ان کی صورت اور اوصاف کو پہچان لے"۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل کھل گیا اور آپ دوبارہ نمودار

ہوئے۔ اس وقت میں نے آپ کی زیارت کی تو آپ کا جسم اقدس چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، اور اس سے تازہ کستوری کی خوشبو کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔ اس وقت (غیب سے) تین افراد نمودار ہوئے، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی، ایک کے ہاتھ میں زمرد کا طشت اور ایک کے ہاتھ میں سفید ریشم کی چادر تھی۔ اس صراحی کے (جنتی) پانی سے آپ کو غسل دیا گیا، آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں مہر لگائی گئی، جو اسی ریشم میں لپٹی ہوئی تھی اور پھر اسی چادر میں لپیٹ کر لٹا دیا گیا۔ آپ کو پیدائشی طور پر سرمہ ڈالا ہوا تھا، ناف بریدہ تھے، ختنہ شدہ تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

(مواہب للدینہ والخصائص الکبری وغیرہما)

محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی۔ اس میں عطاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"جب نبی اکرم ﷺ میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب کچھ روشن ہو گیا۔ پھر آپ نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا" اس نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ "اس نور سے آپ کی والدہ ماجدہ نے شام کے محل دیکھے"۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی وصححہ الحاکم)

(۵) ابو نعیم نے عبدالرحمان بن عوف سے روایت کیا اور وہ اپنی والدہ شفاء سے نقل کرتے ہیں کہ

''جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے۔ میں حضرت آمنہ کی خدمت میں اس وقت موجود تھی۔ آپ ﷺ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے۔ رحمک اللہ (اے محمد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفاء کہتی ہیں کہ مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہوگئی یہاں تک کہ میں نے بھی روم کے محلات دیکھے''۔

(۶) عثمان ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ سے، جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے، روایت کرتے ہیں۔

''جب آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ ﷺ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہوگیا، اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین کے اس قدر نزدیک آگئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے (اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے)

(۷) بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حسان بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکا یک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود آجاؤ۔ سو سب جمع ہوگئے۔ جس ساعت میں آپ ﷺ پیدا ہونے والے تھے وہ ساعت اسی شب میں تھی (المواھب)

(۸) سیرۃ ابن ہشام میں یہ بھی ہے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ثابت سے پوچھا کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (حضور سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے) انہوں نے یہ مقولہ یہودی کا

سات سال کی عمر میں سنا تھا۔

فائدہ:۔ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے جبکہ حضور ﷺ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی، مگر یہود شہر یثرب (مدینہ) میں اس لئے آکر آباد ہوئے تھے کہ ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ نبی آخر الزماں ہجرت فرما کر اسی شہر کو اپنا مسکن بنائیں گے۔ انہیں حضور ﷺ کی ولادت کا شدت سے انتظار تھا کیونکہ انہیں امید تھی کہ شائد حضور ﷺ کی ولادت بھی بنی اسرائیل میں سے ہوگی، سو انہیں وقتِ ولادت کی علامت معلوم تھیں جن کی بناء پر اس یہودی (عالم) نے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی صبح اہلِ مدینہ کو جمع کر کے شور مچایا۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک یہودی مکہ میں اپنے کسی کام سے آیا تھا۔ سو جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے۔ اس نے کہا، اے گروہ قریش! کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں۔ کہنے لگا دیکھو آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہونا تھا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشان مہر نبوت ہے، وہ آج رات پیدا ہو چکا ہے۔ چنانچہ قریش نے اس کے بعد تحقیق کی تو خبر ملی کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا اور مہر نبوت والی نشانی جو دونوں شانوں کے درمیان تھی دکھانے کے لئے کہا۔

انہوں نے آپ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ جب اس یہودی نے وہ نشانی

دیکھی تو بے ہوش کر گر پڑا۔ اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش سن لو۔ واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق و مغرب سے اس کی خبر شائع ہو گی (رواہ الحاکم)

فائدہ:۔ اس کو یعقوب بن سفیان نے اسنادِ حسن سے روایت کیا ہے اور اس کا بیان فتح الباری میں امام عسقلانی نے بھی کیا ہے۔

(۱۰) بیہقی، ابونعیم، خرائطی اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتِ ولادت ظہور پذیر ہونے والے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے، بحیرہ ساوہ دفعتاً خشک ہو گیا اور فارس کا آتش کدہ بھی اچانک بجھ گیا جو ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہا تھا اور کبھی نہ بجھتا تھا۔ اور بعض روایات میں منقول ہے کہ حضرت عبدالمطلب جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ سارا صحن کعبہ اچانک روشن ہو گیا اور چند بت منہ کے بل نیچے گر پڑے (اس سے وہ سمجھ گئے کہ حضرت آمنہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہو گیا ہے)

(۱۱) مروی ہے کہ ابولہب کی باندی ثوبیہ بھی ولادت با سعادت کے وقت حضرت آمنہ کے پاس حاضر تھی۔ اس نے آپ کو دودھ پلایا سو ثوبیہ نے آپ کی ولادت اور اپنے شرف رضاعت کی خوشخبری ابولہب کو سنائی تو اس نے خوش ہو کر دو انگلیوں (انگشت شہادت اور درمیانی انگلی) سے اشارہ کرتے ہوئے ثوبیہ کو آزاد

کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مرنے کے بعد اسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جہنم کے سخت عذاب میں گرفتار ہوں مگر جب پیر کی رات (جو حضور ﷺ کی شب ولادت تھی) آتی ہے تو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور ان دو انگلیوں کو چوستا ہوں جن کے ذریعے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اشارہ کرتے ہوئے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا، ان میں سے ٹھنڈا پانی نکلتا ہے جسے پی کر پیاس بجھاتا ہوں۔

فائدہ:۔ آئمہ محدثین اور اکابر علماء امت بیان کرتے ہیں کہ جب ایک کافر کو حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ پر خوشی کے اظہار میں کیے گئے عمل پر عذاب میں تخفیف مل گئی ہے جب کہ کفار کا کوئی عمل آخرت میں باعث اجر نہیں ہوتا، یہ محض حضور ﷺ کے خصائل اور برکات میں سے ہے، تو اہلِ ایمان ومحبت اگر حضور ﷺ کے میلاد مبارک کی خوشی منائیں گے اور اس میں اعمال وصدقات اور قلبی سرور کے اظہار کا اہتمام کریں گے تو آخرت میں ان کے اجر وثواب کا کیا عالم ہوگا؟

فائدہ:۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت قدماء کے نزدیک زیادہ معروف اور مختار قول کے مطابق بروز پیر تاریخ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل، مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء ومطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی بعد طلوع صبح صادق، قبل طلوع آفتاب ہوئی۔ بقول قاضی سلمان منصور پوری اس دن مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۲۰ منٹ پر ہوا تھا اور ایک جیٹھ کی تاریخ کو شروع ہوئے ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے

تھے۔ عرب میں آج کل جو دوسرا نظام الاوقات مروج ہے اس کے مطابق اس دن صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۵۷ منٹ پر ہوا تھا۔

نوٹ:۔ حمل وولادت کے چند معجزات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیلی معجزات کے لئے فقیر کا رسالہ ''معجزاتِ حمل وولادت'' کا مطالعہ فرمایئے۔

بچپن کی عادات کریمہ

(۱) نبی پاک ﷺ کی بچپن سے ہی عادت مبارکہ تھی کہ نہ کسی سے لڑائی نہ جھگڑا۔

(۲) آپ کسی کے عیوب ظاہر نہ کرتے۔

(۳) حیاؤ شرم بچپن سے ہی آپ کی عادت تھی۔

(۴) لہو ولعب کی طرف آپ کا دل کبھی مائل نہ ہوا۔

(۵) ذہنی لحاظ سے بچپن میں ہی سن رسیدہ معلوم ہوتے تھے۔ ابن سینا نے شفا میں لکھا ہے کہ نبی کامل اور عبقری انسان ہوتا ہے، لہٰذا آپ کے ذہنی قویٰ کا نشو ونما حیرت انگیز سرعت سے ہوا، چنانچہ اپنے بیگانے آپ کی غیر معمولی ذہانت سے متاثر تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ دودھ پینے کے لئے آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ ایک پستان کا دودھ پیتے دوسرا پستان اپنے رضاعی بھائی کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس وقت بھی قلب اطہر میں وہ بات ڈال دی تھی جو عین انصاف کے مطابق تھی۔

انتباہ:۔ اس سے وہ گروہ متوجہ ہو جو کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ ہمارے جیسے مجبور محض بشر اور بے خبر انسان ہیں، وہ خود اپنا حال بھی دیکھیں کہ بڑھاپے

تک پرایا مال کھاتے کھاتے نہیں تھکتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ہی غیر کے مال سے پرہیز فرماتے ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر بشر اس دور میں ہر اعتبار سے بے خبر ہوتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح سے باخبر ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت محض تعلیم کیلئے عارضی ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف ''البشریہ لتعلیم الامۃ'' میں پڑھئے۔

آپ کی پشتِ اطہر پر مُہرِ نبوت تھی۔ بچپن آپ نے انتہائی پاکیزہ طریقے سے گزارا، کہ جہالت کی گندگی اور غلاظت سے آپ کوسوں دور رہے۔ بتوں سے آپ کو نفرت تھی یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صاف طریقے سے جوانی کی حدود میں داخل فرمایا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے مرتبے پر فائز تھے۔ فُحش گوئی، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت غرضیکہ دیگر تمام افعالِ قبیحہ اور اقوالِ شنیعہ سے آپ کو طبعی طور پر نفرت تھی۔ سیرت ابنِ ہشام کے مطابق کم سنی کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ آپ کو جن چیزوں سے بچاتا رہا ان کے متعلق آپ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، (ترجمہ) میں نے اپنے آپ کو قریش کے لڑکوں میں پایا جو لڑکپن کے بعض کھیلوں کے لئے پتھر اٹھاتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک برہنہ ہو گیا اور اپنا تہبند لے کر گردن پر رکھ لیا تا کہ اس پر پتھر اٹھائے۔

میرے ساتھیوں میں میرا ہی تہبند بندھا ہوا تھا۔

آپ انتہا درجے کے شرمیلے، باحیا اور عفیف تھے۔ غلط بات نہ کبھی آپ

زبان سے نکالتے اور نہ غلط بات سنتے۔ اگر کوئی بات مزاج کے خلاف سننے میں آئے تو چہرہ پھیر لیتے اور ناپسند کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور جیسا شرم وحیا کا پیکر کوئی نہ دیکھا، اور یہ کہ آپ میں نوجوان لڑکیوں سے بڑھ کر شرم وحیا کا مادہ تھا۔

رضاعت کے دوران کے معجزات وواقعات

حضرت حلیمہ کے کوائف بدل گئے، مشکل حل ہوئی

اُس سال شدید قحط تھا۔ میری سواری نہایت کمزور اور لاغر تھی۔ جس کا چلنا دشوار تھا۔ میرے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جو دودھ کے ساتھ سیر نہ ہو پاتا تھا اور نہ ہی ہمارے پاس سیر ہو کر کھانے کے لئے کوئی چیز تھی۔ بچہ ساری رات روتا اور ہم ساری رات جاگتے گزار دیتے۔

(۱) میں بنی سعد کے خاندان کی خواتین کے ساتھ بچوں کو حاصل کرنے کے لئے مکہ میں آئی۔ جب ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو دائیاں اور خواتین اس امر کے لئے روانہ ہو گئیں کہ دودھ پینے والے بچوں کو تلاش کریں۔ ادھر میں اور میرے ساتھ سات دائیاں رہ گئیں۔ اور ہماری ملاقات سیدنا عبدالمطلب (حضور ﷺ کے دادا) سے ہو گئی۔ (۲) مولد العروس لابن الجوزی و سیرۃ نبویہ ابن کثیر

"آپ نے فرمایا۔ میرے پاس ایک چھوٹا بچہ ہے۔ اے دودھ پلانے والیو! تم

ادھر آؤ تا کہ اس بچے کو دیکھ لو اور جس آیا کی مرضی ہو یا جس کے مقدر میں ہو وہ بچے کو لے جائے۔ چنانچہ ہم سب خواتین حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ چلی گئیں۔ ہم سب دودھ پلانے والی خواتین نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو ہم میں سے ہر ایک خاتون کہنے لگی کہ میں آپ کو دودھ پلاؤں گی جب یہ عورتیں حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے آگے بڑھیں تو حضور نے ان میں سے ہر ایک سے منہ پھیر لیا، لیکن جونہی میں آگے بڑھی تو آپ نے میری طرف دیکھا، مسکرائے، میری جانب بڑھے، چنانچہ میں نے حضور کو اپنی گود میں لے لیا اور آپ کو دائیں جانب سے پستان کیا، چنانچہ آپ نے دودھ نوش فرمایا، اور جب میں نے آپ کو اپنا بایاں دودھ پیش کیا تو حضور نے اس سے روگردانی فرمائی چنانچہ آپ سے میری رغبت ومحبت اور بڑھ گئی اور میں حضور ﷺ میں مزید شوق کا اظہار کرنے لگی (ابن الجوزی، مولد العروس)

جب میں نے ارادہ کرلیا کہ میں حضور ﷺ کو حاصل کرلوں تو حضرت عبدالمطلب نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ یتیم ہیں اور آپ کے والد گرامی کا وصال ہو چکا ہے۔ دیگر خواتین اس لئے نہیں لے گئیں کہ معقول معاوضہ کی امید نہ تھی۔ اگر تو پسند کرتی ہے کہ تیرے بخت جاگ جائیں تو اسے لے جا۔ میں نے حضور ﷺ کے والد گرامی کے وصال کے متعلق سنا تو حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا۔

مجھے تھوڑی سی مہلت دیجئے تا کہ اس امر کے بارے میں اپنے خاوند حارث

سے مشورہ کرسکوں۔

آپ نے مجھ سے پوچھا: تو کون ہے؟

میں نے عرض کیا...... میرا تعلق بنو سعد سے ہے۔

آپ نے فرمایا: تیرا نام؟

میں نے کہا...... حلیمہ

تو وہ مسکرائے اور فرمایا۔

''بس بس سعادت اور حلم کا اجتماع، ان میں خیر ہی خیر اور عزت ہی عزت ہے''۔

(سیرۃ حلبیہ)

''مجھے تین دن سے خواب میں کہا جارہا ہے کہ اپنے بیٹے کے لئے بنی سعد اور آل ابی ذویب سے دودھ پلانے کا انتظام کرو''۔ (طبقات ابن سعد) یہ سن کر میں نے عرض کیا۔ میرا باپ ہی ابو ذویب ہے''۔

میں نے جا کر اپنے خاوند سے سارا ماجرا عرض کر دیا اور کہا۔

اللہ کی قسم اب میں خالی نہیں جاؤں گی۔ میں اس یتیم بچے کے ہاں جاتی ہوں اور اسے اپنے ساتھ لے آتی ہوں۔

لیکن مجھے تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اتنی خوشی اور فرحت پیدا فرمادی تھی کہ وہ فوراً کہنے لگے۔ حلیمہ! دیر مناسب نہیں، اس خوش بخت بچے کو حاصل کرلے، شاید اللہ تعالیٰ اسی میں برکت عطا فرمادے۔ (سیرت حلبیہ و نبویہ از

ابن کثیر) میں جلدی سے واپس آگئی۔ حضرت عبدالمطلب میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں نے بچہ لانے کو کہا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا، آپ مجھے اس مکان میں لے گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے مجھے خوش آمدید کہا۔

جب میں مولدالنبی میں داخل ہوئی تو دیکھا۔ آپ دودھ سے بھی سفید اون کے کپڑے میں ملبوس ہیں، اور نیچے سبز رنگ کا بچھونا ہے۔ آپ آرام فرما رہے تھے اور آپ کے جسم اطہر سے خوشبو کے ځلّے پھوٹ رہے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

جب کپڑے کو چہرۂ اقدس سے ہٹایا گیا تو میں آپ کے حُسن و جمال میں اس طرح گم ہوگئی کہ مجھ میں جگانے کی ہمت نہ رہی" پس میں نے چاہا کہ آپ کو جگا دوں لیکن میں آپ کے حُسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی۔ (مدارج النبوۃ دوم و سیرت نبویہ)

جب میری حالت کچھ معمول پر آئی تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے ایک نور نکل رہا ہے۔ جس کی شعاعیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں، چنانچہ میں بے اختیار ہوگئی اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان یعنی آپ کی جبیں مقدس پر بوسہ دیا اور پھر آپ کو گود میں لے لیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانا شروع کر دیا۔ مکہ میں رات گزارنے کے بعد جب ہم نے صبح واپسی کا ارادہ کیا تو دل میں بیت اللہ شریف کا طواف کر لینے کی خواہش پیدا

ہوئی۔ چنانچہ میں آپ کو اٹھا کر حرم کعبہ میں لے گئی۔ طواف شروع کرنے سے پہلے میں نے حجر اسود کو بوسہ دینا چاہا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ حجر اسود اپنی جگہ سے حرکت کر کے آپ کی طرف بڑھا، حتیٰ کہ اس نے چہرۂ اقدس کے ساتھ چمٹ کر بوسے لینا شروع کر دیئے۔ (تفسیر مظہری)

آپ کی والدہ محترمہ اور دادا جان کی اجازت اور طواف کعبہ کے بعد میرے خاوند نے (مکہ سے روانگی کے لئے) میرے سامنے سواری کو بٹھایا۔ اس وقت دودھ پلانے والی خواتین کے پاس ستر سواریاں تھیں۔ ان میں سے میری سواری سب سے زیادہ کمزور اور نحیف و نزار تھی۔ میں اس پر سوار ہوگئی اور حضور ﷺ کو اپنے آگے بٹھالیا۔ اچانک میری سواری اس قدر پھرتیلی اور تیز ہوگئی کہ سب سے آگے نکل گئی۔ (مولد العروس)

میری سواری جھوم جھوم کر چلتی اور کبھی کبھی گنگناتی تو یوں لگتا جیسے کہہ رہی ہو۔ اللہ کی قسم آج مجھے اللہ نے عظیم شان عطا کر دی ہے۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی، کمزوری کے بعد طاقت دے دی ہے۔ اے بنو سعد کی عورتو! تم غفلت میں رہیں، تمہیں پتہ ہے میری پشت پر کون سوار ہے؟ میری پشت پر سید الانبیاء اور رب العالمین کا محبوب ﷺ سوار ہے۔ (سیرۃ حلبیہ)

جہاں جہاں سے آپ کی سواری گزرتی، وہاں وہاں سبزہ اُگ آتا۔ پتھر آپ کو سلام عرض کرتے اور درخت اپنی ٹہنیوں سمیت جھک کر استقبال کرتے (مظہری)

اللہ کی وسیع زمین میں ہماری زمین سے بڑھ کر کوئی سرسبز نہیں ہے (سیرت حلبیہ)
میں جب بھی کسی درخت یا پتھر کے قریب سے گذرتی یا کسی پختہ مکان کے پاس سے میرا گذر ہوتا تو وہ مجھے یہ الفاظ کہتا۔ اے حلیمہ سعدیہ! آپ کو بشارت اور مبارک ہو، اور جب میں نے حضور ﷺ کی ذات سے ایسے معجزات کا صدور دیکھا تو میں حیران رہ گئی، تاہم میں بہت مسرور ہوئی۔ حضور کے نور پاک کے باعث میں سخت اندھیرے میں بھی دیکھنے کی قوت رکھتی تھی۔ آپ کے انوار و تجلیات میں سفر کرتی ہوئی گھر میں پہنچی تو اس وقت میرے اردگرد دُور دُور تک روشنی اور نور پھیلا ہوا تھا۔ جب خاندان بنو سعد نے ان انوار و تجلیات کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے، اے حلیمہ! یہ آب و تاب، چمک دمک رکھنے والا نور کیسا ہے؟ (مولد العروس)

آپ کی برکت سے میرے دوسرے بچے کو بھی سیر ہو کر دودھ پینا نصیب ہوا۔ میرا خاوند جب اونٹنی کا دودھ دوہنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے تھن بھرے ہوئے ہیں اور اس نے اتنا دودھ دیا کہ ہم تمام نے سیر ہو کر پیا۔ آج ہم نے اطمینان کے ساتھ رات بسر کی۔ (سیرت حلبیہ)

جب میں آپ کو دایاں دودھ پیش کرتی تو آپ نوش فرماتے، پھر بائیں جانب رُخ انور کرتی تو آپ دودھ پینے سے انکار فرما دیتے۔ آپ کی برکت سے بنی سعد کے ہر گھر سے کستوری کی طرح خوشبو آتی تھی۔ (سبل الہدیٰ ج ۱ ص ۳۸۷)

لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت گھر کر چکی تھی کہ اگر ان میں سے کوئی بھی بیمار

ہو جاتا تو وہ آ کر آپ کا دستِ پاک پکڑ کر اپنے جسم سے مس کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے شفا عطا کر دیتا۔ (سبل الہدی ج ۱ ص ۲ ۷ ۴)

ہم پر سے مشقت اور تکلیفیں زائل ہو گئیں۔ ہمارے پاس سارے جہاں کی خوشیاں اور فرحتیں آ گئیں۔ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی بدولت اپنی آرزوئیں اور تمنائیں حاصل کر لیں۔ (مولد العروس)

ایک دن میں اپنے صحن میں آپ کو گود میں لئے بیٹھی تھی کہ اتنے میں میری بکریاں آ گئیں۔ وہ تمام میرے پاس سے گزر تی گئیں، لیکن ایک نے آگے بڑھ کر آپ کے سر اقدس کو چوم لیا اور سجدہ کیا (سیرت حلبیہ)

جس دن سے ہم آپ کو اپنے گھر لائے اُس دن سے ہمیں گھر میں چراغ جلانے کی حاجت نہیں رہی، کیونکہ آپ کے چہرہ اقدس کا نور چراغ سے زیادہ منور تھا۔ جب کبھی ہمیں کسی جگہ چراغ کی ضرورت ہوتی تو ہم آپ کو اٹھا کر وہاں لے جاتے اور آپ کی برکت سے تمام جگہ روشن ہو جاتی، چنانچہ ایک دن مجھ سے حضرت خولہ نے پوچھا کہ تم رات کو گھر میں آگ (چراغ) جلائے رکھتی ہو جس سے تمہارے گھر میں روشنی رہتی ہے؟ میں نے کہا: خدا کی قسم آگ چراغ نہیں جلاتی بلکہ یہ روشنی نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی ہے (تفسیر مظہری)

جن دنوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا کرتی تھی ان دنوں مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ (میلاد نبوی لابن الجوزی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام بچوں کی نسبت جلدی نشوونما حاصل کررہے تھے، آپ کا قد اور جسم مبارک تیزی سے تنومند ہو رہا تھا۔ حضور چھ ۶ ماہ کے ہوئے تو میں نے ایک دن آپ کے لبوں سے یہ کلمات سنے "اللہ اکبر کبیر او الحمد اللہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا" (مولا دالعروس، الخصائص الکبریٰ، السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۲۳۸)

ترجمہ:۔ "اللہ بہت ہی بڑا ہے۔ اسی کو سب تعریفیں زیبا ہیں۔ صبح و شام اسی کی تعریف اچھی لگتی ہے"۔

میں آپ کے اس نغمے پر حیران تھی۔ آپ چار سال کے ہو گئے تو میں آپ کی والدہ سے ملانے کے لئے آپ کو مکہ شریف لے آئی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو میں نے وہ تمام برکات وانوار کے واقعات سنائے جو ان چار برسوں کے دوران دیکھنے میں آئے تھے۔ آپ سُن سُن کر بڑی خوش ہوتیں۔ آپ نے فرمایا "میں اپنے بچوں کے متعلق بڑی فکر مند تھی" مگر میں نے اپنی محبت اور شوق سے مزید پرورش اور تربیت کا اظہار کیا جس پر حضرت آمنہ نے مجھے دوبارہ پرورش کرنے کی اجازت دے دی۔ میرا دلی مقصد یہ تھا کہ جس بچے کی وجہ سے میرے گھر کے آنگن میں بہاریں آگئی ہیں اسے کچھ عرصہ مزید اپنے پاس ہی رکھوں۔

بھلی ساعت میں آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

۵ سال بکریاں چرائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سال کے ہو گئے، ایک دن آپ نے مجھ (سیدہ حلیمہ سعدیہ)

سے پوچھا: امی میں دن کے وقت اپنے بھائیوں کو نہیں دیکھ پاتا، وہ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ دن کے وقت بکریاں چرانے باہر چلے جاتے ہیں۔ حضور نے مچل کر کہا: اب میں بھی ان کے ساتھ جایا کروں گا۔ دوسرے دن آپ تیار ہوئے تو میں نے آپ کے گلے میں گھونگا ڈال دیا تاکہ آپ کو کوئی بُری نظر نہ لگ جائے۔ آپ نے ہاتھ میں ایک لاٹھی لے لی اور ایک ننھا سا عیالی بن کر روانہ ہوئے۔ سارا دن باہر رہ کر عشاء کے وقت گھر آئے۔ اسی طرح آپ ہر روز جاتے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ دن گزارتے۔ میرے بچے مجھے بتاتے کہ جس دن سے ہمارا مکی بھائی ہمارے ساتھ جانے لگا ہے جہاں جہاں ہم بکریاں لے جاتے ہیں سرسبز گھاس سامنے آتا جاتا ہے۔ جب ہم کسی درخت یا پتھر کے نزدیک سے گزرتے ہیں تو اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ کی آوازیں آتی ہیں۔ اگر کہیں خشک وادی میں بیٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی ہری بھری دکھائی دیتی ہے۔ بچوں کی یہ باتیں سن کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیتی اور آپ کا سر اور منہ چوم لیتی۔

شقِ صدر

ایک دن میں گھر پر تھی کہ میرے دونوں بچے بکریاں چھوڑے دوڑے گھر آئے اور ہانپتے ہانپتے کہنے لگے "ہمارے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ کر لٹا لیا ہے اور ان کا پیٹ چیر دیا ہے"۔ میں اور میرا خاوند دوڑے وادی میں پہنچے تو حضور کو کھڑے پایا۔ ان کو دیکھا تو جان میں جان آگئی۔ میں نے پوچھا تو آپ

نے بتایا: امی! میرے پاس نورانی لباس میں ملبوس دو شخص آئے تھے، انہوں نے مجھے پکڑ کر لٹا لیا، پیٹ کو چاک کر دیا۔ ان کے پاس ایک سنہری طشتری تھی جس میں برف رکھی ہوئی تھی۔ میرا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا نکالا اور باہر پھینک دیا۔ میرے زخموں کو دھویا، پھر جوڑا اور برف سے مل دیا۔ اب مجھے کوئی درد یا تکلیف نہیں ہے۔ شق الصدر کی تحقیق فقیر کے رسالہ ''شق الصدر'' میں پڑھیے۔

اس واقعہ کے بعد بنو سعد کے تمام لوگ میرے گھر اکٹھے ہو گئے۔ حضور کو چومتے اور حالات پوچھتے۔ سارے قبیلے نے مجھے مشورہ دیا کہ حضور کو ان کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس چھوڑ آنا چاہیے، خدانخواستہ کوئی اور واقعہ رونما ہو جائے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں، اس دن کے بعد مجھے حضور ﷺ کے متعلق بڑی فکر رہنے لگی میں آپ کو لے کر مکہ پہنچی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حیران تھیں کہ اتنی جلد کیوں واپس آ گئی ہوں حالانکہ میرا ذوق اور جذبہ تو حضور سے جدا ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ میں نے سارے واقعات سنا دیے۔ حضرت سیدہ آمنہ فرمانے لگیں، میرے بچے کو شیطان قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، وہ بے مثل ہے اور منفرد ہے۔

فائدہ:۔ اس سے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال کیا گیا ہے۔

سال ۶

حضور سید عالم ﷺ کی عمر چھ سال ہو گئی تھی، آپ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ کے مقام ابواء میں تشریف لائے، حضرت سیدہ آمنہ کا ابوا میں ہی انتقال ہو گیا۔

حضور ﷺ کو ام ایمن وہاں سے لے کر مکہ آئیں اور حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ کی ولادت مبارک کے آٹھویں سال ان کا انتقال ہوا، پھر ابو طالب کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت کرسکے، حتیٰ کہ آپ ایک نوخیز نوجوان بن کر اُبھرے۔ سفید چہرہ، ابھرتا ہوا قد، خوبصورت انداز تکلم۔ جدھر جاتے لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ شہر سے باہر جاتے تو بادلوں کا ٹکڑا سایہ کرتا۔ جہاں رکتے بادل رک جاتے۔ شہر میں درخت جھک کر سلام کرتے۔ راستے کے پتھر صلوٰۃ وسلام پڑھتے۔

آپ چالیس سال کے ہوگئے اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔ پیغام توحید ورسالت پھیلنے لگا۔ اہلِ ایمان قدم بوس ہونے لگے۔ اشقیا مخالفت کا طوفان اٹھانے لگے۔ مکہ میں اپنے بیگانے علیحدہ علیحدہ ہونے لگے۔ بتوں میں زلزلہ بپا ہونے لگا۔ کعبۃ اللہ میں رونق آنے لگی۔ جدھر نگاہیں اٹھتیں اہلِ ایمان کھنچے چلے آتے۔ اشقیاء تلواریں سونت لیتے۔ مگر آپ کی نگاہِ رحمت نے اکڑی ہوئی گردنوں اور سونتی ہوئی تلواروں کو سرنگوں کردیا۔

بچپن کی برکات

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن اسحٰق، ابن راہویہ، ابویعلی، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم حضرت حلیمہ سعدیہ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے کسی بچے کو لینے مکہ مکرمہ آئی۔ یہ زمانہ شدید قحط سالی کا

تھا۔ آسمان سے زمین پر پانی کا ایک قطرہ تک نہ برساتھا۔ ہمارے ایک مادہ گدھی تھی جو لاغری وکمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتی تھی۔ ایک اونٹنی تھی جو دودھ کی ایک بوند نہ دیتی تھی۔ میرے ساتھ میرا بچہ اور میرے شوہر تھے۔ ہماری تنگی کا یہ عالم تھا کہ رات چین سے گزرتی تھی نہ دن آرام سے۔ جب ہمارے قبیلہ کی عورتیں مکہ پہنچیں تو انہوں نے دودھ پلانے کے لئے تمام بچوں کو لے لیا بجز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ جب وہ یہ سنتی تھیں کہ وہ یتیم ہیں تو ان کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں۔ کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لے لیا ہو، صرف میں ہی باقی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہ پاتی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا: خدا کی قسم بغیر بچہ لئے مکہ مکرمہ سے لوٹنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں جاتی ہوں اور اسی یتیم بچہ کو لے لیتی ہوں، میں اسی کو دودھ پلاؤں گی۔ اس کے بعد میں گئی، میں نے دیکھا کہ حضور دودھ سے زیادہ سفید اُونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی ہیں۔ آپ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے اور آپ خراٹے لیتے ہوئے اپنی قفا (گدی) پر محو خواب ہیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ آپ نیند میں خراٹے لیتے تھے اور کبر سنی میں بھی خراٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اگر یہ تیز وشدید آواز نہ ہو تو محمود ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ کو نیند سے بیدار کردوں مگر میں آپ کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگئی۔ پھر میں نے آہستہ سے قریب ہوکر اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنا ہاتھ آپ کے سینہ مبارک پر رکھا تو آپ نے تبسم فرما

کر اپنی چشم مبارک کھولدی اور میری طرف نظر کرم اٹھائی تو آپ کی چشمان مبارک سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پرواز کر گیا۔ میں نے آپ کی دونوں چشمان مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھالیا تا کہ دودھ پلاؤں۔ میں نے داہنا پستان آپ کے دہن مبارک میں دیا، آپ نے دودھ نوش فرمایا، پھر میں نے چاہا کہ اپنا بایاں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ نے نہ لیا اور نہ پیا۔

بچپن کا عدل وانصاف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ابتدائی حالت میں ہی عدالت وانصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرما دیا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ ایک ہی پستان کا دودھ آپ کا ہے کیونکہ حلیمہ کا ایک اپنا لڑکا بھی ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ کا یہ حال رہا کہ ایک پستان کو حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پھر میں آپ کو لیکر اپنی جگہ آئی اور اپنے شوہر کو دکھایا۔ وہ بھی آپ کے جمال مبارک پر فریفتہ ہو گئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ وہ اپنی اونٹنی کے پاس گئے، دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے باوجود یکہ اس سے پہلے اس کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا۔ انہوں نے اسے دوہا جسے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا اور ہم خوب سیر ہو گئے۔ اور خیر و برکت کے ساتھ اس رات چین کی نیند سوئے۔ چونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی۔ میرے شوہر نے کہا: اے حلیمہ! بشارت وخوشی ہو کہ تم نے اس ذات

مبارک کو لے لیا تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے یہ سب اسی ذات مبارک کے طفیل ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اور زیادہ خیر و برکت رہے گی۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک نور آپ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے اور ایک شخص سبز کپڑے پہنے آپ کے سرہانے کھڑا ہے۔ پھر میں نے اپنے شوہر کو جگا کر کہا اٹھیے اور دیکھیے۔ شوہر نے کہا اے حلیمہ! خاموش رہو اور اپنی اس حالت کو چھپا کے رکھو۔ کیوں کہ (مجھے معلوم ہے کہ) جس دن سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے یہود کے علماء و احبار نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے، انہیں چین و قرار نہیں ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور مجھے بھی سیدہ آمنہ نے رخصت کیا۔ میں اپنے دراز گوش (یعنی مادہ گدھی) پر حضور ﷺ کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی، میرا دراز گوش خوب چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن اوپر تان کر چلنے لگا۔ جب ہم کعبہ کے سامنے پہنچے تو تین سجدے کئے اور اپنے سر کو آسمان کی جانب اٹھایا اور چلایا۔ پھر قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگا۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے۔ عورتوں نے مجھ سے کہا: اے بنت ذویب! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھیں جو تمہارے بوجھ کو اٹھا نہیں سکتا تھا اور سیدھا چل تک نہ سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ وہی جانور ہے اور یہ وہی دراز گوش ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے

قوی وطاقتور کر دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا: خدا کی قسم! اس کی بڑی شان ہے۔
حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے دراز گوش کو جواب دیتے سنا کہ "ہاں! خدا کی قسم میری بڑی شان ہے، میں مردہ تھا مجھے زندگی عطا فرمائی، میں لاغر و کمزور تھا مجھے قوت وتوانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے اور تم غفلت میں ہو اور تم نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے۔ میری پشت پر سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین، حبیب رب العٰلمین ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ راستہ میں دائیں بائیں میں سنتی کہ کہتے "اے حلیمہ! تم جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ محمد ﷺ آسمان وزمین کے رب کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں"۔ ہم جس منزل پر قیام کرتے حق تعالیٰ اس منزل کو سرسبز و شاداب فرما دیتا باوجودیکہ وہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ اور جب ہم بنی سعد کی بستی میں پہنچ گئے تو اس سے پہلے کوئی خطہ اس سے زیادہ خشک اور ویران نہ تھا۔ اب میری بکریاں چراگاہ میں جاتیں تو شام کو خوب شکم سیر، تروتازہ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور ہم سب خوب سیر ہو کر پیتے اور دوسروں کو پلاتے۔ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو ان چراگاہوں میں کیوں نہیں چراتے جس چراگاہ میں بنت ابی ذویب کی بکریاں چرتی ہیں۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ ہمارے گھر میں یہ خیر و برکت کہاں سے آئی ہے۔ یہ برکت ونشاط نہیں چراگاہ اور کسی اور چارہ سے تھی۔ اس کے بعد ہماری قوم کے چرواہوں نے ہمارے چرواہوں کے ساتھ

بکریاں چرانی شروع کردیں، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کے اموال اور ان کی بکریوں میں بھی خیر و برکت پیدا کردی۔ حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے تمام قبیلہ میں خیر و برکت پھیل گئی۔ میں جانتی ہوں کہ یہ سب حضور کے وجود گرامی کی برکت سے ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک بات کرنے کی آئی تو میں آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنتی ''اللّٰہ اکبر الحمد للّٰہ رب العلمین وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا'' اور رات کے وقت آپ کے دل مبارک کو یہ فرماتے سنتی ''لا الہ الا اللّٰہ قد وسانا العیون والرحمن لا تاخذہ سنۃ ولا نوم'' اور حضور کو مہد میں یعنی پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ کرتے دیکھتی اور جس طرف چاند کو اشارہ فرماتے چاند اسی جانب جھک جاتا، اور فرشتے آپ کے گہوارے یعنی پنگھوڑے کو ہلاتے، یہ آپ کے معجزات میں مذکور ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور نے کبھی بھی کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا۔ آپ کے بول و براز کا ایک وقت مقرر تھا۔ جب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ کے دہن مبارک کو دودھ وغیرہ سے پاک و صاف کروں تو غیب سے مجھ پر سبقت ہوتی اور آپ کا دہن مبارک پاک و صاف ہو جاتا۔ اور جب کبھی حضور ﷺ کا ستر کھل جاتا تو آپ حرکت کرتے اور روتے رہتے یہاں تک کہ میں ستر ڈھانپ دیتی اور اگر ڈھانپنے میں میری طرف سے تاخیر یا کوتاہی ہوتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا۔

جب چلنے کا زمانہ آیا اور آپ بچوں کو کھیلتا دیکھتے تو آپ ان سے دور رہتے اور

انہیں اس سے منع فرماتے اور کہتے ہمیں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں فرمایا گیا ہے۔ اسی کے مانند حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ شروع کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی نشو ونما دوسرے بچوں سے نرالی تھی۔ ایک دن میں حضور ﷺ کی نشو ونما اتنی ہوتی جتنی دوسرے بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی اور ایک ماہ میں اتنی ہوتی جتنی دوسرے بچوں کی ایک سال میں ہوتی۔ روزانہ ایک نور آفتاب کی مانند آپ پر اترتا اور آپ کو ڈھانپ لیتا پھر آپ متجلی ہو جاتے۔ منقول ہے کہ روزانہ دو سفید مرغ اور ایک روایت میں ہے کہ دو مرد سفید پوش آپ کے گریبان میں داخل ہو کر روپوش ہو جاتے تھے۔ آپ نہ روتے چلاتے اور نہ بد خلقی کا اظہار فرماتے۔ شروع سے ہی آپ کا یہی حال تھا۔ اور جب کسی چیز پر آپ دستِ مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے۔ اور میں آپ کی ہیبت اور دبدبہ سے اپنے شوہر کو اپنے قریب نہ آنے دیتی، یہاں تک کہ آپ پر دو سال پورے گزر گئے۔ فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کو کبھی دور جانے نہ دیتی۔ ایک روز مجھ سے غفلت ہوئی۔ آپ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ جو آپ کے ساتھ خاص طور پر رہتی تھی چلے گئے کہ دن گرمی کا تھا تو میں آپ کی تلاش میں چل دی اور میں نے آپ کو شیما کے ساتھ پایا۔ میں نے شیما سے کہا: کیوں گرمی اور لو میں لے کر آ گئی۔ شیما نے کہا: ہم نے تو گرمی کی شدت محسوس نہیں کی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا آپ پر سایہ کیے رہا، جہاں تشریف لے جاتے ابر ساتھ جاتا، یہاں تک کہ ہم یہا

ں پہنچ گئے۔ (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر ابر کا سایہ کرنا بچپن ہی سے تھا۔ لیکن علماء کہتے ہیں کہ یہ دائمی طور پر نہ تھا کہ ہمیشہ آپ کے سر مبارک پر ابر سایہ کرتا، اور یہ صورت ضرورت واحتیاج کے وقت ہوتی۔

بکریوں کے قصے اور معجزات

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کی سعادت نصیب ہوئی، ان سے بکریوں کی داستانیں مشہور ہیں۔

(۱) جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو رضاعت کیلئے واپس طائف کو جارہی تھیں تو کیا دیکھا، وہ فرماتی ہیں، راہ میں بکریاں چرتی تھیں مجھ سے بولیں، تو ان کو جانتی ہے یہ زمین وآسمان کے پیغمبر اور اولاد آدم کے سرور اور سب جن وانس سے بہتر ہیں۔

(۲) ایک پیر مرد نظر آیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا: یہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۳) وادی سدرہ میں حبشے کے کئی عالم ملے، آپ کو دیکھتے ہی بولے، یہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۴) وادی ہوازن سے ایک پیر مرد نظر آیا، حضور کو دیکھا اور کہا: یہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، انہیں کے پیدا ہونے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری دی تھی۔

(۵) حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں، جب میں اپنے مکان پر پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس

ہاتھ سات بکریوں کو لگا دیا، اس قدر دودھ دینے لگیں کہ ایک دن کا دودھ چالیس دن کے لئے کافی ہوتا اور تھوڑے ہی عرصے میں میرے یہاں بجائے سات بکریوں کے سات سو (۷۰۰) بکریاں ہوگئیں۔

(۶) جب قوم نے یہ برکت دیکھی سب نے جمع ہو کر کہا کہ اے حلیمہ! ہم کو بھی برکاتِ محمدیہ سے بھیک ملے، حضور کے قدم مبارک دھو کر پانی قوم کو دے دیا گیا، انہوں نے اپنی اپنی بکریوں کو پلایا، سب حامل و شیر دار ہوگئیں۔ اور قوم ان کے دودھ سے آسودہ اور مالدار ہوگئی۔

(۷) ایک روز غیب سے آواز آئی، اے حلیمہ! تجھے اس فرزندِ ارجمند کیساتھ بشارت ہو جو تمام عرب کا سردار ہے۔

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے دعاء قبول ہوتی۔ جب آقائے نامدار حبیب پروردگار کی عمر شریف نو مہینے کی ہوئی تو فصاحت سے کلام فرماتے۔ لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو فرماتے کہ مجھے کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔

(۹) جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح چلنے لگے تو حضرت حلیمہ سے فرمایا: میرے بھائی دن کو کہاں جاتے ہیں؟ عرض کیا: بکریاں چراتے ہیں۔ فرمایا: میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گا، ہر چند عذر کیا، قبول نہ ہوا۔

نکتہ

پروردگار نے بکریاں چرانے کی رغبت اس جناب کے دل میں پیدا کی کہ یہ کام

سیاست وشفقت بر ضعفائے امت اور صبر بر مصیبت وغیرہا امور سے کہ لوازم نبوت سے ہیں نہایت مناسبت رکھتا ہے اور انکساری وتواضع سکھاتا ہے۔

(١٠) حضرت حلیمہ سعدیہ سے منقول ہے کہ ایک دن میرے بیٹے نے کہا: اے میری ماں! محمد ﷺ کی شان بس عجیب ہے۔ جس جنگل میں جاتے ہیں ہرا ہو جاتا ہے۔

(١١) دھوپ میں ابر سر مبارک پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ جاتا ہے، جنگل کے جانور آپ کے قدم چومتے ہیں۔ میں نے کہا: اے فرزند! اپنے بھائی کا حال کسی سے نہ کہنا۔

مختلف معجزات وواقعات

(١) چاند جھک جاتا

اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق آپ جملہ عالمین کے نبی ہیں ﷺ اسی لئے اس قاعدہ کو مستحکم کرنے کے لئے یہ معجزہ اپنی تائید کرتا ہے کہ بچپن میں بھی آپ تصرفات کے مالک تھے اور آسمان کے چاند کو اشارے سے چلاتے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے بچپن کا ایک واقعہ یوں عرض کرتے ہیں۔

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ دَعَانِیَ اِلَی الدُّخُوْلِ فِیْ دِیْنِكَ اَمَارَۃٌ لِنُبُوَّتِكَ رَاَیْتُكَ فِی الْمَھْدِ تُنَاغِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ اِلَیْهِ بِاِصْبَعِكَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْهِ

مَالَ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم انی کنت احدثه ویحدثنی ویلهینی عن البکاء واسمع وجبته حین یسجد تحت العرش"

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ کی علامات نبوت نے دی۔ میں نے آپ کو گہوارے میں دیکھا۔ آپ چاند کے ساتھ سرگوشی فرماتے اور آپ جس طرح اشارہ کرتے وہ اسی طرف مائل ہو جاتا، تو آپ نے فرمایا میں چاند کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا تھا۔ وہ مجھے رونے نہیں دیتا تھا۔

جب وہ عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کی آواز سنتا تھا"

(البدایہ والنہایہ ج ۲ص ۳۳۶)

ایک اور روایت میں آتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ حال آپ کو کیونکر معلوم ہوا ؟ تو فرمایا۔

"لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں اس آواز کو سنتا تھا۔ زیر عرش فرشتوں کی تسبیح بھی سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا۔

(۲) امام ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اَنَّ مَهْدَهٗ كَانَ يَتَحَرَّكُ بِتَحْرِيْكِ الْمَلَائِكَةِ" ملائکہ آپ کے گہوارے کو ہلایا کرتے تھے۔ (الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۹۱)

(۳) بادلوں کا سائبان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام طفلی کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ جس طرف تشریف لے جاتے بادل آپ پر سایہ فگن ہو جاتے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود سے دور رہنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ باہر تشریف لے گئے تو حضرت حلیمہ سعدیہ سخت پریشان ہوئیں۔ فوری طور پر آپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں اور جب دونوں کو سخت دھوپ میں پایا تو اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"فی هذا الحرة فقالت اختهٔ یا امه ما وجد اخی حرا رائیت غمامة تظل اذا وقف وقفت واذا سار سارت" (خصائص کبریٰ جلد ا۔ص ۵۳، مواہب للدنیہ ج ا ص ۱۵۵)

"اتنی شدید دھوپ میں پھر رہی ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن نے کہا۔ اے اماں جان! میرے بھائی کو گرمی نہیں ستاتی۔ میں نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ فگن رہتے ہیں۔ جب آپ رُکتے ہیں تو بادل رک جاتا ہے، اور جب آپ چلتے ہیں تو بادل بھی چل دیتا ہے۔

(۴) بچپن میں تیراکی

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو صغر سنی میں حضرت عبداللہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے اپنے ہمراہ مدینہ لے گئیں۔ دورانِ سفر ایک مکان پر قیام فرمایا۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضور کا ایک روز اسی مکان کے قریب سے گزر ہوا تو

بچپن کا وہ زمانہ یاد آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ھٰھُنَا نَزَلَتْ بِیْ اُمِّی وَاَحْسَنْتُ الْعَوْمَ فِی بِئْرِ بَنِیْ عَدِیِّ ابْنِ النَّجَّارِ"

اس گھر میں میری والدہ مجھے لے کر ٹھہری تھیں اور میں بنی نجار کے تالاب میں تیرا کرتا تھا۔

(۵) ستر پوشی کیلئے غیبی فرشتے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پُرنور بچپن کا کیا کہنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام بچوں کی طرح بول و براز نہیں کرتے تھے، بلکہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی روایت کے مطابق آپ کا ایک وقت مقرر تھا۔ دوسرے بچوں کی طرح آپ نے کبھی کپڑوں کو آلودہ بھی نہ کیا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب آپ دودھ پی کر فارغ ہوتے تو میں چاہتی کہ آپ کے منہ کو پونچھ کر صاف کر دوں مگر مجھ سے پہلے ہی غیب سے کوئی اسے صاف کر دیتا۔ جب آپ کا ستر مبارک کھل جاتا تو آپ رونے لگتے جس سے میں سمجھ جاتی کہ آپ کا ستر کھل گیا ہے اور میں اسے فوراً آ کر ڈھانپ دیتی اور اگر کبھی دیر ہو جاتی تو کوئی غیب سے آ کر اسے ڈھانپ دیتا۔

علامہ السید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "ووجدك ضالا فھدی" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لما رآہ اناخ الناقة وارکبه من خلفه فابت ان تقوم فارکبه امامه فقامت فکانت الناقة تقول یا احمق ھو الامام کیف یقوم خلف المقتدی"

جب ابو طالب نے آپ کو پیچھے سوار کرلیا تو اونٹنی نے چلنے سے انکار کر دیا۔ پھر آپ کو آگے بٹھایا گیا تو اونٹنی نے کہا: اے احمق! وہ (انسانیت کا) امام ہے اس لیے وہ کس طرح مقتدی کے پیچھے کھڑا ہو۔

فائدہ:۔ اس واقعہ سے یہ بات صاف طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ہی جانوروں تک کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں ابدالآباد تک کائنات کے لیے قائد اور امام بن کر تشریف لائے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن کی کئی بہاریں دیکھ چکے تھے کہ ایک دفعہ بارش نہ ہونے کے باعث مکہ میں قحط پڑ گیا۔ لوگ پریشانی اور بدحالی کا شکار تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بارش کی دعا کے لئے کس کے پاس جائیں تو ایک شخص نے لات کے پاس اور دوسرے نے عزیٰ کے پاس جانے کو کہا۔ ابھی مشورے ہو ہی رہے تھے کہ ایک بوڑھے نے کہا۔ اے لوگو! تم کہاں اُلٹے بھاگے جا رہے ہو

حالانکہ ہمارے درمیان باقیہ ابراہیم اور سلالہ اسمٰعیل موجود ہے۔ تو اس پر لوگوں نے پوچھا: کیا تمہاری مراد ابو طالب ہیں؟ تو اس نے کہا ''ہاں'' چنانچہ وہ سب اٹھے اور انہوں نے حضرت ابو طالب کے گھر آ کر دستک دی اور کہنے لگے۔

''یا ابا طالب اقحط الوادی واجدب العیال فھلم فاستسق فخرج ابو طالب ومعہ غلام کانہ شمس دجن تجلت عنہ سحابۃ قتماء حولہ اغیلمۃ فاخذہ ابو طالب فالصق ظھرہ بالکعبۃ ولاذالغلام بالصبعہ وما

السماء فزعة فاقبل السحاب من ھاھنا وھا ھنا واغدق و اغدودق"

اے ابو طالب! جنگل قحط زدہ ہو گیا، مرد و زن قحط میں مبتلا ہو گئے، پس نکل اور بارش کی دعا کر۔ پس حضرت ابو طالب باہر نکلے اور آپ کے ساتھ ایک بچہ تھا گویا کہ وہ چمکتا ہوا سورج تھا جس سے ہلکا سیاہ بادل دور ہو گیا اس کے گرد چھوٹے چھوٹے لڑکے کھیلتے تھے۔ ابو طالب نے ایک بچے کو پکڑا اور اس کی پشت بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ لگائی تو اس محبوب بچے نے التجاء کے انداز میں آسمان کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا حالانکہ آسمان پر بادل کا ٹکڑا تک نہ تھا، پھر ادھر ادھر سے بادل آ گئے اور شدید بارش ہونے لگی۔

(خصائص الکبریٰ، مواہب لدنیہ ج ا ص ۴۸، سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۲۵)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں مزید تفصیل سے لکھتے ہیں کہ عرب میں خشک سالی ہوئی، فصلیں تباہ ہونے لگیں۔ اہل مکہ اپنے سردار ابو طالب کے پاس آئے کہ چلو رب کعبہ سے بارش طلب کریں۔ "فخرج ابو طالب معہٗ غلام کانہٗ شمس وجن" حضرت ابو طالب کعبہ میں آئے۔ آپ ﷺ ابھی کم سن تھے۔ (حضرت) ابو طالب نے آپ کو کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ آپ اس قدر حسین و جمیل تھے جیسے بادل کا سورج۔ (حضرت) ابو طالب نے ساقی کوثر کی پشت کعبہ معظمہ سے لگائی اور آپ ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا۔ آسمان پر بدلی کا نشان تک نہ تھا۔ دفعتہً آسمان پر ابر اٹھا اور اس شدت کی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ (حضرت) ابو

طالب اس واقعہ سے بیحد متاثر ہوئے اور ان کی نگاہیں زبان بن کر پکار اٹھیں۔

"وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل"

وہ نورانی چہرے والا جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت مانگا جاتا ہے

یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا نگہبان،

فائدہ: علامہ زرقانی "کانه شمس وجن" کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"فان الشمس یوم الغیم حین یتجلی سحابها الرقیق تکون مض

مشرقة مقبولة للناس لیست بمحرقة"

شمس وجن بایں وجہ کہا کہ ابر کے دن رقیق بادل چھٹنے پر آفتاب جب چمکتا ہے

حدت وسوزش نہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں میں نہایت مرغوب ومحبوب ہوتا ہے۔

بحیرا راہب کی شہادت

جب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوئی تو حضرت ابوطالب آپ کو

اپنے ساتھ ملکِ شام لے کر گئے۔ جب آپ بصرہ پہنچے تو بحیرا راہب جو بہت بڑ

یہودی عالم تھا، نے آپ کی علاماتِ نبوت کو دیکھا تو آپ کا دست مبارک پکڑا اور

کہنے لگا کہ یہ سارے جہاں کا سردار ہے، رب العالمین کا رسول ہے۔ اللہ اس کو تما

جہانوں کے لیے رحمت بنائے گا۔ الخ

اس پر قریشی قافلہ والوں نے پوچھا: تو نے کیسے پہچان لیا؟ تو اس نے کہا کہ می

نے مہر نبوت سے پہچانا جوان کے شانے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے۔ پھر اس نے کھانا تیار کروایا اور کھانے کے لیے لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرانے میں مشغول ہو گئے۔ کھانا لانے کے بعد اس نے کہا کہ آپ کو بلا لو تا کہ کھانا کھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو بادلوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ جوں جوں آپ آگے بڑھتے جاتے بادلوں کا سایہ بھی ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ اپنی جگہ تشریف فرما ہوئے تو درخت نے آپ پر سایہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بحیرا نے کہا کہ بتاؤ یہ کس کا بیٹا ہے؟ تو ابو طالب نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر راہب نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آخر الزماں نبی ہے اور ان کی علامتوں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کے والد ان کی ولادت سے قبل وفات پا چکے ہوں گے۔ اس پر ابو طالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے۔ تو پھر راہب نے کہا کہ جلدی سے اس کو واپس لے جاؤ اس لئے کہ اگر تم اس کو بصرہ لے گئے تو خطرہ ہے کہ کہیں یہودی اس کو قتل نہ کر دیں۔ چنانچہ ابو طالب آپ کو واپس مکہ لے آئے۔ واپسی پر راہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خشک روٹی اور زیتون کا تیل زادِ راہ دیا۔

ناقۂ ابو جہل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف میں ایک بار گھر سے نکلے تو پھر گھر تشریف نہ لائے۔ آپ کے متعلقین نے سمجھا کہ حضور گم ہو گئے ہیں، چنانچہ آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک صاحب اونٹنی پر سوار ہو کر حضور کی تلاش کر رہے تھے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک

درخت کے نیچے استراحت فرما نظر آئے۔ اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضور ﷺ کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور پھر اونٹنی کو جو اٹھایا تو اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا، پھر اس نے حضور ﷺ کو اپنے آگے بٹھایا تو اونٹنی اٹھ بیٹھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۶۸)

فائدہ :۔ گویا اونٹنی نے امام الانبیاء کا پیچھے بیٹھنا گوارا نہ کیا، اسے معلوم تھا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور رسولوں کے پیشوا۔ پھر جو پیشوائے رسل ہو وہ پیچھے کیوں بیٹھے۔ شاعر نے لکھا ہے۔

گویا تھی اس اونٹنی کی یہ صدا
بے خبر! سرکار کو آگے بٹھا!
جب تلک آگے نہ بیٹھیں گے نبی
میں قیامت تک نہ اٹھوں گی کبھی

انتباہ ﴾ ہمارے حضور ﷺ کو دنیا کی ہر چیز "رسول اللہ" جانتی اور مانتی تھی اور مانتی ہے، ہاں مگر جنوں اور انسانوں میں سے جو کافر ہیں وہی اس حقیقت کے منکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دامنِ مصطفےٰ ﷺ سے دور ہونے والے کو "شر الدواب" کا لقب دیا" کما قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ " (پ ۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۲۲) اسی لئے ہمارے اکابر کتے گدھے وغیرہ کو اس بدبخت انسان سے اچھا سمجھتے ہیں جو حبیب خدا ﷺ کا گستاخ ہے۔ (نیز ملاحظہ فرمائیں الانفال ۵۵)

بچپن میں ڈاکوؤں سے مکالمہ

آنحضرت ﷺ دائی حلیمہ کے ہاں رونق افروز تھے۔ جب پانچ برس کے ہوئے تو گاؤں کے دوسرے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں جانے لگے۔ صبح جاتے اور شام کو بکریاں لے کر واپس چلے آتے۔ روز اسی طرح ہوتا۔

ایک دن حسب معمول گاؤں کے بچے جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ یکا یک ڈاکو آن پڑے۔ ان کی ڈراؤنی شکلیں اور چمک دار تلواریں دیکھ کر سارے بچے سہم گئے۔ انہیں اور تو کچھ نہ سوجھی ہانپتے کانپتے گاؤں کی طرف بھاگے۔ صرف ایک بچہ ایسا تھا جو نہ ڈرا نہ بھاگا اور نہایت اطمینان سے چپ چاپ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ محمد ﷺ اسی بچے کا نام تھا۔

لٹیرے اور ڈاکو ایک چھوٹے سے بچے کی موجودگی کا کیا خیال کرتے۔ انہوں نے بکریاں ہانک کر اکٹھی کیں اور لے چلے۔

بچہ نہایت جرأت سے بڑھا اور ڈاکوؤں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"یہ بکریاں تمہاری نہیں بلکہ گاؤں والوں کی ہیں۔ انہوں نے ہمارے ساتھ جنگل میں چرنے کو بھیجی ہیں۔ اگر تم ان کو لے جانا چاہتے ہو تو پہلے چل کر گاؤں والوں سے پوچھ لو، وہ کہیں تو تم لے جانا"

ڈاکوؤں کو اس بچے کی ان باتوں پر بے اختیار ہنسی آگئی اور انہوں نے بچے کی ایک نہ سنی اور بکریاں لے کر چلنے لگے۔

بچے نے جب دیکھا کہ ڈاکوؤں نے میری بات نہیں مانی اور بکریاں لئے جا رہے ہیں تو وہ بکریوں کے ساتھ آگے بڑھا اور بکریوں کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ ڈاکوؤں نے کم سن بچے کی اس دلیری کو تعجب کے ساتھ دیکھا اور کہا۔ ہٹ جاؤ ہم یہاں سے بکریاں لے جائینگے۔

نہیں! ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ نہ میں یہاں سے ہٹوں گا اور نہ بکریاں یہاں سے جائینگی، مجھے مار ڈالو اور بکریاں لے جاؤ۔ جب تک میں زندہ موجود ہوں بکریاں یہیں رہیں گی۔ یہ بچے کا جواب تھا۔

ڈاکو حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اتنا چھوٹا سا کمزور بچہ اور ایسا دلیر۔

حیرت اور تعجب کے جذبات لئے ہوئے قزاقوں کا سردار آگے بڑھا۔ اس نے بچے کو پیار کیا اور شفقت کے ساتھ پوچھا۔

''میاں! تم کس کے لڑکے ہو؟''

بچے نے جواب دیا۔

عبدالمطلب کا۔

سارے عرب میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو عبدالمطلب کے نام سے واقف نہ ہو۔ یہ نام سنتے ہی ڈاکو بولا۔

بے شک سردار قریش کے لڑکے کو ایسا ہی بہادر ہونا چاہئے۔ ننھے بہادر! میں

تمہاری دلیری کی قدر کرتا ہوا ان بکریوں کو یہیں چھوڑتا ہوں۔ اب ان کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا مگر یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

بچے نے جواب دیا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم احمد صلی اللہ علیہ وسلم واہ واہ کیسا عجیب اور کتنا پیارا نام ہے۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا!!
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

ڈاکو نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

تمہاری پیشانی کا نور کہہ رہا ہے کہ جب تم بڑے ہو گے تو نہ صرف طائف بلکہ سارا عرب تمہاری ذات پر فخر کرے گا۔ اچھا ننھے بہادر! اسلام

یہ کہتے ہوئے ڈاکو رخصت ہو گئے۔ (حقیقت اسلام لاہور (مضمون شیخ اسماعیل پانی پتی) ماہ جولائی ۵۸ء ص ۴۱-۴۲)

بچپن میں بابا رتن رضی اللہ عنہ کو طویل العمر بنا دیا

تاریخ میں ہے کہ خطۂ ہند میں چاند دو ٹکڑے دیکھا گیا لیکن اس وقت بھی اس خطہ میں اس معجزہ کی تصدیق اسے نصیب ہوئی جس کا ازل سے ستارہ سفید تھا۔ ان میں ایک بابا رتن بھی تھے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ بابا رتن بن ساہوگ ساکن تبرندی جو نواح دہلی میں ایک مقام ہے پیدا ہوئے۔ آپ پہلے ہندوستانی ہیں جنہوں نے

پیغمبر اسلام خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو کر دین اسلام قبول کیا، جس کے لئے بعد میں حضرت محمد ﷺ نے طول عمر کی دعا کی، جو چھ سو بتیس ۳۲ سال تک دنیا میں زندہ رہے۔

تعارف بابا رتن رضی اللہ عنہ

صاحب قاموس اور مؤرخین اسلام نے کتب وتواریخ میں اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے جلد اول کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں بابا رتن کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا رتن نے چھ سو بتیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ۶۷۵ھ میں محمود بن بابا رتن نے خود اپنے باپ کے تفصیلی حالات اور ان کا ''معجزہ شق القمر'' کا مشاہدہ کرنا، ہندوستان سے بلاد عرب جانا اور مشرف بہ اسلام ہونا بیان کیا ہے۔ فاضل ادیب صلاح الدین صفوی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے اور علامہ شمس الدین بن عبدالرحمٰن صائغ حنفی سے نقل کیا ہے، انہوں نے قاضی معین سے ۷۳۲ھ میں سنا کہ قاضی نورالدین بیان کرتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار حسن بن محمد نے ذکر کیا کہ مجھ کو سترھواں برس تھا جب میں اپنے چچا اور باپ کے ساتھ بسلسلہ تجارت خراسان سے ہندوستان گیا اور ایک مقام پر ٹھہرا جہاں ایک عمارت تھی، دفعۃً قافلہ میں شور وغل پیدا ہوا، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عمارت بابا رتن کی ہے۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے سائے میں بکثرت لوگ آرام پا سکتے تھے۔ جب ہم اس درخت کے نیچے گئے تو دیکھا کہ بہت

سے لوگ اس درخت کے نیچے جمع ہیں، ہم بھی اسی غول میں داخل ہوئے۔ ہم کو دیکھ کر لوگوں نے جگہ دی۔ جب ہم درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک بہت بڑی زنبیل درخت کی شاخوں میں لٹکی ہوئی دیکھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس زنبیل میں بابا رتن ہیں جنہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے چھ مرتبہ طول عمر کی دعا کی۔ یہ سن کر ہم نے ان سے کہا کہ زنبیل کو اتارو تاکہ ہم اس شخص کی زبان سے کچھ حالات سنیں۔ تب ایک اور بزرگ نے اس زنبیل کو اتارا۔ زنبیل میں بہت سی روئی بھری ہوئی تھی۔ جب اس زنبیل کا منہ کھولا گیا تو بابا رتن نمودار ہوئے جس طرح مرغ یا طائر کا بچہ روئی کے پہل سے نکلتا ہے۔ پھر اس شخص نے بابا رتن کے چہرہ کو کھولا اور ان کے کان سے اپنا منہ لگا کر کہا: جد بزرگوار! یہ لوگ خراسان سے آئے ہیں، ان میں سے اکثر شرفاء اور اولاد پیغمبر ہیں، ان کی خواہش ہے کہ آپ ان سے مفصل بیان کریں کہ آپ نے کیونکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ یہ سن کر بابا رتن نے ٹھنڈی سانس بھری اور اس طرح زبان فارسی میں تکلم کیا جیسے شہد کی مکھی بھنبھناتی ہے۔

بابا رتن کا بیان

میں اپنے باپ کے ساتھ کچھ مال تجارت حجاز لے کر گیا، اس وقت میں جوان تھا، جب مکہ کے قریب پہنچا تو بعض پہاڑوں کے دامن میں دیکھا کہ کثرت بارش سے پانی بہہ رہا ہے، وہیں ایک صاحبزادہ کو دیکھا کہ جن کا چہرہ نہایت نمکین تھا،

رنگ کسی قدر گندم گوں تھا اور دامن کوہ میں اونٹوں کو چرا رہا تھا۔ بارش کا پانی جوان کے اور اونٹوں کے درمیان سے زور سے بہہ رہا تھا۔ اس سے صاحبزادہ کو خوف تھا کہ سیلاب سے نکل کر اونٹوں تک کیسے پہنچوں۔ یہ حال دیکھ کر مجھے معلوم ہوا اور بغیر اس خیال کے میں ان صاحبزادہ کو جانتا پہچانتا اپنی پیٹھ پر سوار کر کے اور سیلاب کو طے کر کے ان کے اونٹوں تک پہنچا دیا۔ جب میں اونٹوں کے نزدیک پہنچ گیا تو میری طرف بنظر شفقت دیکھا اور تین مرتبہ فرمایا ''بارك الله فی عمرك۔ بارك الله فی عمرك۔ بارك الله فی عمرك'' میں وہیں ان صاحبزادہ کو چھوڑ کر چلا گیا اور مال تجارت فروخت کر کے وطن واپس آ گیا۔

ظہور معجزہ شق القمر

وطن آنے کے بعد اپنے کاروبار میں مگن ہو گیا، اس پر کچھ زمانہ گزر گیا کہ حجاز کا خیال ہی نہ آیا، ایک شب میں اپنے مکان کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا، دفعۃً کیا دیکھتا ہوں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا مشرق میں غروب ہو گیا اور ایک مغرب میں، ایک ساعت تک تیرہ تاریک رہی، رات اندھیری ہوتی تھی، وہ ٹکڑا جو مشرق میں غروب ہوا تھا اور وہی ٹکڑا جو مغرب میں غروب ہوا تھا دونوں آسمان پر آ کر مل گئے، چاند اپنی اصلی حالت میں ماہ کامل بن گیا۔ میں اس واقعہ سے بڑا حیران تھا اور کوئی سبب اس کا عقل میں نہیں آتا تھا یہاں تک کہ قافلہ ملکِ عرب سے آیا، اس نے بیان کیا کہ مکہ میں ایک شخص ہاشمی

نے ظہور کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ میں تمام عالم کے واسطے خدا کی طرف سے پیغمبر مقرر ہوں۔ اہل مکہ نے اس دعویٰ کی تصدیق میں مثل دیگر انبیاء کے معجزہ طلب کیا کہ چاند کو حکم دے کہ آسمان پر دو ٹکڑے ہو جائے، ایک مشرق میں غروب ہو، دوسرا مغرب میں، اور پھر دونوں اپنے مقامِ سے آ کر آسمان پر ایک ہو جائے جیسا کہ تھا۔ اس شخص نے بقدرتِ خدا ایسا کر دکھایا۔ جب مجھ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو میں نہایت مشتاقِ زیارت ہوا کہ خود جا کر اس شخص کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں نے سفر کا سامان درست کیا اور کچھ مالِ تجارت ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور مکہ میں پہنچ کر اس شخص کا پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے مکان اور دولت کدہ کا نشان بتایا۔ میں دروازے پر پہنچا اور اجازت حاصل کر کے داخلِ حضوری ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ شخص وسط خانہ میں بیٹھا ہوا ہے، چہرہ نورانی چمک رہا ہے اور ریش مبارک سے نور ساطع ہے۔ پہلے سفر میں مَیں نے جب دیکھا تھا اور اس سفر میں جو میں نے دیکھا تو مطلق نہیں پہچانا کہ یہ وہی صاحبزادے ہیں جن کو میں نے اٹھا کر سیلاب سے باہر نکالا تھا۔ جب میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور مجھے پہچان لیا اور فرمایا ''وعلیك السلام ادن منی'' اس وقت ان کے پاس ایک طبق پُر از رطب رکھا تھا اور ایک جماعت اصحاب کی گرد بیٹھی ہوئی تھی۔ اور نہایت تعظیم کے ساتھ ان کا احترام کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے دل پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میں آگے نہ بڑھ سکا۔ میری یہ حالت دیکھ کر انہوں نے فرمایا'' میرے

قریب آ۔ پھر انہوں نے فرمایا: کھانے میں موافقت کرنا مقتضیات مروت ہے اور باہم نفاق کا پیدا کرنا بے دینی وزندقہ ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانے میں رطب کے شریک ہوا۔ وہ اپنے دست مبارک سے رطب اٹھا اٹھا کر مجھے عنایت فرماتے تھے۔ علاوہ اس کے جو میں نے اپنے ہاتھ سے چُن چُن کر کھائے چھ رطب انہوں نے عنایت فرمائے، پھر میری طرف دیکھ کر بہ تبسم اشارہ فرمایا کہ تُو نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے مطلق یاد نہیں شاید کہ میں نہ ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنی پیٹھ پر سوار کر کے مجھے سیل رواں سے پار نہیں اُتارا تھا اور اونٹوں کی چراگاہ تک نہیں پہنچایا تھا۔ یہ سن کر میں نے پہچانا اور عرض کیا کہ اے جوانِ خوش رو! بے شک صحیح ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: داہنا ہاتھ بڑھا میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ کر کے ارشاد فرمایا ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله'' میں نے اس کو ادا کیا، حضور ﷺ بہت مسرور ہوئے۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ''بارك الله فى عمرك'' میں آپ سے رخصت ہوا۔ میرا دل بسبب ملاقات اور بسبب حصول شرفِ اسلام بہت مسرور تھا۔ حضرت محمد ﷺ کی دعاء کو حق تعالیٰ نے مستجاب فرمایا، اس وقت میری عمر چھ سو برس سے کچھ زیادہ ہے۔ اس بستی میں جتنے لوگ آباد ہیں وہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد ہیں۔ انکے مزید حالات فقیر کی کتاب ''طویل العمر لوگ'' میں پڑھئے۔

بچوں سے خوش طبعی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا دور گزرا تو اعلانِ نبوت کے بعد بچپن کی اچھی باتیں بچوں کیلئے اچھی تھیں وہ آپ نے اپنی شریعت میں داخل فرمائیں، منجملہ ان کے بچوں سے خوش طبعی بھی ہے۔ چند روایات وحکایات حاضر ہیں۔

(۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر بہت شفقت فرماتے، ان سے محبت کرتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کو پیار کرتے، اور ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔

(۲) بچے قریب آتے تو ان کو گود میں لے لیتے۔ بڑی محبت سے ان کو کھلاتے۔ کبھی بچہ کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے تو بچہ خوش ہوتا اور بہلتا۔ کبھی لیٹے ہوتے تو اپنے قدموں کے اندر کے تلوؤں پر بچہ کو بٹھا لیتے۔ کبھی سینہ اطہر پر بچہ کو بٹھا لیتے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کو "یَا ذَا الْاُذُنَیْنِ" یعنی اے دو کانوں والے کہہ کر پکارتے۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب المزاح دوسری فصل) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی تھے ابو عمیر نامی، انہوں نے ایک لال یا مولا پال رکھا تھا۔ ایک روز وہ مر گیا ابو عمیر اس کے رنج میں غمگین بیٹھے تھے۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب المزاح، پہلی فصل)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جب ان کو مولے کے غم میں رنجیدہ دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

"یَا اَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ" یعنی اے ابو عمیر! یہ تمہارے مولے نے کیا کیا

۔(یعنی تمہارا لال کیا ہوا)

(۴) اگر کئی بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اور آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ بھئی تم سب دوڑ کر ہمارے پاس آؤ، جو بچہ ہم کو سب سے پہلے چھولے گا، ہم اس کو یہ اور یہ دیں گے۔

بچے بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس آتے۔ کوئی آپ ﷺ کے پیٹ مبارک پر گرتا اور کوئی سینہ اطہر پر، آپ ﷺ ان کو سینہ مبارک سے لگاتے اور پیار کرتے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ کو ایک انگوروں کا خوشہ دیا اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کو دے آؤ۔ میں وہ لے کر چلا، راستہ میں میرا دل اس کو کھانے کو چاہا اور میں اُسے کھا گیا۔ میری والدہ حضور اکرم ﷺ سے ملیں تو خوشہ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کو انگوروں کا خوشہ پہنچ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ تو میری والدہ اور حضور اکرم ﷺ سمجھ گئے کہ میں اس کو راستہ میں کھا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ جب مجھ سے راستہ میں ملتے تو میرا کان پکڑ کر فرماتے۔ ''یا غدر یا غدر'' یعنی اودھوکے باز، اودھوکے باز۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

اگرچہ حضور نبی پاک شہ لولاک ﷺ کی مجالس میں وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضا ہر وقت قائم رہتی، یہاں تک کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے

بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنیٰ سی حرکت سے اڑ جائیں گے۔ مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی ان متبرک صحبتوں کو اور بھی خوشگوار بنا دیتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف پیغمبر خدا کی حیثیت سے احترامِ رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہے تو دوسری طرف آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک بے تکلف رفیق اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔ اگرچہ زیادہ تر اوقات میں آپ کی مجلس ایک دینی درسگاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تاہم کچھ دیر کے لئے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی، جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں۔ گھر بار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے۔ غرض بے تکلفی سے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں گفتگو کرتے۔

آپ کی ظرافت کس طرح کی تھی اس کی تشریح کی اس لئے ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریے بدل چکے ہیں۔ تخیل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے۔ ہر چیز میں ہم اعتدال کو کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی و ظرافت ہم سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار سامنے رکھنا ہے۔ آپ کی ظرافت کی تعریف آپ ہی کی زبان مبارک سے سن لیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے تعجب سے پوچھا کہ آپ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں بے شک، مگر میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے۔

اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کل مذاق وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن و تشنیع، بے جا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔ اب میں آنحضرت ﷺ کی ظرافت کے چند واقعات قلمبند کرتا ہوں کہ جن کے تحت ہم ظرافت کا صحیح تخیل قائم کر سکیں۔ اسی طرح اس کے بعد آنے والے بیان (بچوں کے ساتھ محبت) میں بھی مجھے صرف واقعات ہی بیان کرنا پڑیں گے جن سے ہمیں یہ اندازہ ہو سکے گا کہ آپ کا صحابہ کے ساتھ محبت کا کیا طریقہ تھا۔

فائدہ :اس کے متعلق متعدد واقعات فقیر کی تصنیف ''اسلامی ہنسی مذاق'' میں ہیں چند نمونے یہاں بھی حاضر ہیں۔

(۱) ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سواری کے لئے درخواست کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

میں تم کو سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہوا، کیونکہ اونٹنی کا بچہ سواری کا کام کب دے سکتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔

(مشکوٰۃ باب المزاح دوسری فصل، ترمذی، ابوداؤد)

(۲) ایک مرتبہ ایک بڑھیا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت نصیب کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائینگی'' یہ فرما کر آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف

لے گئے۔ بڑھیا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سنتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، یہ بڑھیا رو رہی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب المزاح دوسری فصل)

(۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دیہاتی زاہر نامی دوست تھے جو اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز بازار میں وہ اپنی کوئی چیز بیچ رہے تھے۔ اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھا تو بطور خوش طبعی چپکے سے پیچھے سے جا کر ان کو گود میں اٹھا لیا اور بطور ظرافت آواز لگائی کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے۔ زاہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، کون ہے؟ مڑ کر دیکھا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت زاہر نے کہا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا نقصان اٹھائیگا۔ (مشکوٰۃ باب المزاح دوسری فصل)

مزید مزاحیہ باتیں فقیر کے رسالہ "اسلامی ہنسی مذاق" میں پڑھیے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

میلادِ مصطفیٰ ﷺ

مصنف

جگر گوشۂ حضور غوث الاعظم جل الله العلم

حضرت علامہ سید محمد حبیب اللہ قادری الجیلانی (رشید پادشاہ) رحمۃ اللہ علیہ

سابق امیر جامعہ نظامیہ وصدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن

ناشر

اویسی بک سٹال

مختصر تعارف

جگر گوشۂ حضور غوث الاعظم مجلائۃ العلم

حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری الجیلانی (رشید پادشاہ) رحمۃ اللہ علیہ

سابق امیر جامعہ نظامیہ و صدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن

زندہ قومیں اسلاف کو فراموش نہیں کرتیں' بلکہ اُن کے شاندار ماضی کو مشعل راہ بنا کر اپنے حال کی راہ گذر کو روشن رکھتی ہیں' اُن کے یہ کارنامے نئی نسل کو عزم و استقلال' جرأت و ہمت' دعوت و عزیمت کا سبق دے کر قول و عمل میں اخلاص' ارادوں میں استقامت' کردار میں بلندی اور نقطۂ نظر میں آفاقیت پیدا کرتے ہیں۔ اُن کے پیغام کی ہمہ گیری سے ظلمتوں کے پردے چاک ہوتے ہیں اور نئی نسلوں کو حیات نو حاصل ہوتی ہے۔

جگر گوشۂ حضور غوث الاعظم' مجلائۃ العلم' حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری الجیلانی (رشید پادشاہ) رحمۃ اللہ علیہ سابق امیر جامعہ نظامیہ و صدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ' حیدرآباد دکن کا شمار عالمی سطح کی ایسی ہی شخصیتوں اور علماء ربانی میں ہوتا ہے کہ تاریخ کے کئی نازک مرحلوں پر مسلمانوں کی بقاء جن کی کاوشوں کی رہین منت ہے۔ حضرت ممدوح بیک وقت عالم باعمل' مربی و معلم' مفکر و مدبر' محقق و مصنف' ادیب و خطیب' داعی و مصلح' واعظ و ناصح' عابد و زاہد' صوفی و مجاہد' عاشق الٰہی' محب رسول اور سیادت و قیادت کا ایسا پیکر جمیل تھے جن کی صورت و سیرت سے عالمانہ و صوفیانہ شکوہ کا اظہار ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نصف صدی سے زائد علم و عرفان کے افق کو روشن رکھا اور بین الاقوامی ادارۂ تحقیق' دائرۃ المعارف العثمانیہ' سوا سو سالہ قدیم ازہر ہند جامعہ نظامیہ' آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ' صدر مجلس علماء دکن' رویت ہلال کمیٹی کے ذریعہ مسلمانانِ ہند میں دینی' فکری' اخلاقی اور تعلیمی بیداری کی بانگ درا دی اور اپنی ناقابل فراموش خدمات کے نقوش ثبت کرکے "مجلائۃ العلم" کا لقب پایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ یکم شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ/۲۶ جون ۱۹۱۴ء کو ایک سادات اور علمی گھرانے

میں تولد ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خانوادہ علوم شریعت و معرفت کا گہوارہ تھا۔ جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونجتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا نام مبارک حضرت میراں سید شاہ محمد پیر بادشاہ قادری قدس اللہ سرہ العزیز ہے۔

والد ماجد کے وصال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اکبر، فرید العصر، حقائق آگاہ حضرت سید شاہ محمد فرید بادشاہ قادری (سجادہ نشین درگاہ شریف واقع گلشن باغ) نے سرپرستی فرمائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے جب داعی اجل کو لبیک کہا اور راہی ملک بقا ہوئے تو مادر مہربان نے آپ کی تعلیم کے ساتھ تربیت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، چونکہ وہ خود صالحہ تھیں اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر ایمانی جذبات کو ابھارتے ہوئے دل و دماغ کی پوری طرح حفاظت و نگہداشت فرمایا کرتیں تاکہ کوئی غیر اسلامی نقش آپ کے ذہن پر مرتسم نہ ہو۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ تعلیم دلوانے میں مکمل کوشش کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گیارہ سال کی عمر ۱۹۲۳ء میں جامعہ نظامیہ میں داخل کرا دیا گیا۔

تعارف جامعہ نظامیہ:...... جامعہ نظامیہ ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں قائم کیا گیا، یہ مدرسہ ایک ایسا منبع علم و فن تھا کہ پورے مملکت آصفیہ (نظام اسٹیٹ) میں اُس وقت اس معیار کا کوئی اور مدرسہ نہ تھا، اُس دور کے علماء و فضلاء کی تشنگی بھی اسی جامعہ نظامیہ میں حاضر ہونے کے بعد ہی سیراب ہوتی تھی۔ شیخ الاسلام حضرت ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز اس کے بانی مبانی ہیں، اسلامی درس گاہوں کی تاریخ میں اس جامعہ کے قیام کا تذکرہ بجا طور پر سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم دانش گاہ میں داخلہ لے کر علم دین کی باقاعدہ تحصیل و تکمیل کا آغاز کیا، پھر مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کی، درس نظامی کی تکمیل پر سند و دستار فضیلت حاصل کی اور حدیث نبوی میں تخصص حاصل کر کے "کامل الحدیث" کہلائے۔

اساتذہ کرام:...... حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ کرام سے اکتساب علم و فن کیا وہ علوم و فنون کے ماہر، شفقت و مروت کے علاوہ تقویٰ و پرہیزگاری کا پیکر تھے، جن ہستیوں نے اپنے علوم کو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ میں منتقل کر کے انہیں میراث نبوت کا حامل بنایا اُن میں آپ کے والد گرامی حضرت سید شاہ محمد پیر پادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ فقیہ دکن حضرت مولانا سید محمود شاہ المعروف بہ ابوالوفاء الافغانی (وصال ۱۹۷۵ء)، خطیب شہیر، عالم کبیر حضرت

مولانا حاجی محمد منیر الدین (وصال ۱۴۰۷ھ)، محدث جلیل حضرت مولانا حکیم محمد حسین، مفتی صدارت العالیہ حضرت علامہ مفتی محمد رحیم الدین (وصال ۱۹۷۰ء)، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمید (وصال ۱۳۹۷ھ)، حضرت علامہ مفتی مخدوم بیگ (وصال ۱۹۵۶ء)، واعظ قوم حضرت علامہ مفتی سید محمود کان اللہ لہ (وصال ۱۹۷۰ء) وغیرہم شامل ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، کلام، مناظرہ، صرف، نحو، ادب، لغت، سیرت النبی ﷺ، تاریخ، سیر، بلاغت، معانی، عروض، فتویٰ نویسی، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ کی تحصیل کی اور فرط ذکاوت، تیزیٔ ذہن، قوت حافظہ اور سرعت ادراک میں اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گئے۔ انہیں اساتذہ کرام کی نظر کیمیاء اثر کا فیضان ہے کہ آپ کو "جامع العلم والعمل" سے یاد کیا جاتا ہے اور کیا جائے گا۔

بیعت و خلافت:...... حضرت جامع العلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی شیخ طریقت حضرت سید شاہ محمد پیر پادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ میں بیعت کی۔ اس کے بعد اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کیے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کرنے والوں میں عوام کے علاوہ ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلاء، علماء، طلباء، امراء، فضلاء بھی شامل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد و ارادتمند دُنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

عادات:...... آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کی طرح ساری زندگی میں مذہب پسندی، مستقل مزاجی، حق گوئی و بے باکی اور سلوک کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا۔

درس و تدریس:...... آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا کبھی مدرسے میں، کبھی مسجد میں، جامعہ نظامیہ میں بھی آپ نے کئی سال حدیث کی اُمہات الکتب کا یادگار درس دیا اس کے علاوہ دولت کدہ پر بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ صبح سے شام تک جاری رہا کرتا تھا، جہاں دیگر طلباء کے علاوہ معزز علماء و مشائخ کے صاحبزادگان بھی آپ سے اکتساب علم و فن کیا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنت نبوی ﷺ کو اپناتے ہوئے شادی بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹے، بیٹیوں کی دولت سے بھی نوازا۔

تصنیف و تالیف:...... دینی افکار کی حفاظت اور مذہبی اقدار کی مدافعت کے لئے

حضرت حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت خواجہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ ...

حضرت علامہ العلم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بے مثال ہیں جو آپ کی علمیت، تحقیق و تدوین کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ بلاشبہ ان کتابوں کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ شریعت و طریقت کے نازک فرق کو بتانے اور سلوک کے طریقے اُجاگر کرنے کے ساتھ ہی ادبی و علمی حیثیت سے بھی بلیغانہ شان رکھتی ہیں، جو آپ کے عربی، اردو ادب میں کمال و رسوخ کی گواہ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قرآن و حدیث کے حوالے ملتے ہیں یا سلف صالحین کے اقوال جو آپ کے حسن عقیدت کے مظہر ہیں۔

فہرست تصنیفات و تالیفات، مقالات و تراجم، شروحات و حواشی

نام کتاب	موضوع	زبان
مقدمہ تفسیر ربانی	تفسیر	اردو
سبیل الرشاد	حدیث	ایضاً
تشریح حدیث اول مشکوٰۃ المصابیح	حدیث	ایضاً
حاشیہ الادب المفرد	حدیث	ایضاً
فلسفہ الادب المفرد	حدیث	ایضاً
فلسفۂ زکوٰۃ اور مسائل حاضرہ	فقہ	ایضاً
رویت ہلال کی تحقیق اور عصری آلات سے استفادہ	فقہ	ایضاً
مطلقہ کی عدت و نفقہ اور سپریم کورٹ کا فیصلہ	فقہ	ایضاً
آل محمد کی شان و شوکت اور مال زکوٰۃ میں ان کا حصہ	فقہ	ایضاً
بنی ہاشم و سادات اور زکوٰۃ و صدقات	فقہ	ایضاً
تین طلاق دینے کے باوجود کیا ایک ہی طلاق واقع ہوگی؟	فقہ	ایضاً
بینک انٹرسٹ	فقہ	ایضاً
سورج گہن اس کے اسباب، علل و اغراض و مقاصد	فقہ	ایضاً
بابری مسجد سے متعلق دیو بندی اور جامعہ نظامیہ کے فتوے اور ان کی تحقیق	فقہ	ایضاً
جامع مسجد صراف بازار رائچور کے متعلق دارالعلوم حیدرآباد اور جامعہ نظامیہ کے فتاویٰ کی شرعی تحقیق	فقہ	ایضاً

کتاب	موضوع	زبان
ایودھیا مارچ حقائق کی روشنی میں	فقہ	ایضاً
انسانِ کامل	سیرت النبی	ایضاً
حقیقت محمدی ﷺ	سیرت النبی	ایضاً
عید میلاد النبی ﷺ	سیرت النبی	ایضاً
ھدایۃ الرشید للغوی المرید	عقائد ومناظرہ	ایضاً
ارشاد الرشید	ایضاً	ایضاً
عقائد ابن تیمیہ اور اعمال یزید	ایضاً	ایضاً
قومی یکجہتی اور عصر جدید کے نئے نئے فتنے	ایضاً	ایضاً
جوامع الکلم	عقائد ومناظرہ	اردو
النجم الثاقب	عقائد	ایضاً
استمداد و استعانت	عقائد	ایضاً
گستاخ رسول کی سزاء	ایضاً	ایضاً
اتمام الوفاء فی سیرت الخلفاء	تذکرہ وسیر	ایضاً
ابن تیمیہ علماء محققین کی نظر میں	ایضاً	ایضاً
حیدرآباد کے فسادات اور اس کے وجوہ واسباب	سیاست مدن	ایضاً
کرفیو کی برخواتگی کے بعد	ایضاً	ایضاً
مدیر "الرسالہ" کا خواب اور اس کی تعبیر	ایضاً	ایضاً
شرح قصیدہ لامیۃ العجم	ادب عربی نظم	عربی
شرح قصیدہ بانت سعاد	ایضاً	ایضاً
حاشیہ قطف الازھار	ایضاً	ایضاً
حاشیہ نفخ وا مسلح	ایضاً	ایضاً
حاشیہ قصص الاطفال	ادب عربی نثر	ایضاً
حاشیہ الاناشید والمحفوظات المدرسیۃ حصہ اول	ادب عربی نظم	ایضاً
حاشیہ الاناشید والمحفوظات المدرسیۃ حصہ دوم	ایضاً	ایضاً

حاشیہ الاناشید والمخلوطات المدرسیہ حصہ سوم........	ایضاً	ایضاً
تلخیص النحو الواضح اول موسوم بہ قواعد رشیدیہ........	قواعد عربی	اردو
تلخیص النحو الواضح اول موسوم بہ قواعد رشیدیہ حصہ دوم........	ایضاً	ایضاً
تلخیص النحو الواضح اول موسوم بہ قواعد رشیدیہ حصہ سوم........	ایضاً	ایضاً
حاشیہ مبادی القرأۃ الرشیدہ......جزء اوّل........	ادب عربی	عربی
حاشیہ مبادی القرأۃ الرشیدہ......جزء ثانی........	ایضاً	ایضاً
اہل عرب پر نزول قرآن کا اثر........		اردو
سعودیہ میں ملازمت سے متعلق شرعی وضاحت........		اردو
اصطلاحات المحدثین........		اردو
لیلۃ مبارکہ........		اردو
واقعہ کربلا پر ایک محققانہ نظر........		اردو
شرف نسب........		اردو
بدعقیدہ گستاخ مقرر پالن جی کی تقریر کا رد........		اردو
ختم نبوت کی حقیقت ایمانی نقطہ نظر سے........		اردو
بشائر الخیرات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ........		اردو

عالمی ادارہ تحقیق ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' میں خدمات:......از ہر ہند ''جامعہ نظامیہ'' کے جن سپوتوں نے علم وادب اور تحقیق وتصحیح میں زندہ کارنامے چھوڑے ہیں اُن میں حضرت جلالۃ العلم رحمۃ اللہ علیہ امتیازی شان کے مالک ہیں۔ کیوں کہ حضرت جلالۃ العلم رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک روایتی عالم' واعظ' معلم اور خانقاہی نظام کے علم بردار مشائخ ہی نہیں تھے بلکہ ایک ممتاز محقق' ماہر لسانیات' مخطوطہ شناس' ژرف نگاہ مصحح اور نقاد وادیب بھی تھے۔ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۷ء تک تقریباً بیس سالہ تحقیقی خدمات کو آپ کی علمی زندگی کا ماحصل قرار دیا جاسکتا ہے۔ جو بحیثیت ایڈیٹر وچیف ایڈیٹر آپ نے عالمی شہرت یافتہ ادارہ تحقیق ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' حیدرآباد الہند میں انجام دی ہیں۔

مادر علمی ''جامعہ نظامیہ'' میں بے لوث خدمات:...... کہا جاتا ہے کہ انسان کو

اپنی جائے پیدائش و وطن سے یکساں محبت ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی شخصیت اسی مٹی سے اٹھتی اور اُبھرتی ہے' اسی طرح ایک طالب علم کے لئے اس کا مدرسہ وطن علمی ہوتا ہے جہاں اس کی روح و قلب سنورتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے در و دیوار سے ایک رشتہ محبت اُستوار ہو جاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ہمیں دُنیا سے کیا مطلب' مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر' ورق ہوگا کفن اپنا

حضرت جلالۃ العلم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنی مادرِ علمی اور اس کے بانی مبانی شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی جس کا اظہار آپ نے اپنی تقریروں و تحریروں میں جابجا فرمایا ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں آپ کا یہ اندازِ محبت پسند آیا اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی کشش کے ذریعہ مادرِ علمی کی خدمت کا زریں موقع ہاتھ آیا۔

چنانچہ ۱۹۷۶ء میں دائرۃ المعارف کی خدمات سے سبکدوش ہونے کے بعد حضرت جلالۃ العلم رحمۃ اللہ علیہ نے مادرِ علمیہ جامعہ نظامیہ میں بحیثیت شیخ الجامعہ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۱ء اور بحیثیت امیر جامعہ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۳ء تک بے لوث و یادگار خدمات انجام دے کر جامعہ کے دورِ اوّل کی یاد تازہ کر دی۔

سفرِ حج بیت اللہ' زیارتِ نبوی ﷺ و مقاماتِ مقدسہ:...... حضرت جلالۃ العلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مصروف ترین حیات میں دو مرتبہ حج و زیارتِ نبوی ﷺ سے بھی مشرف ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں پہلی مرتبہ ا ۱۹۷۹ء میں دوسری مرتبہ ۱۹۷۶ء اور ۱۹۸۷ء میں عمرہ کی ادائیگی کے علاوہ عراق' نجف اشرف ' مین اور امریکہ کا سفر بھی کیا' جہاں آپ کے علمی و تحقیقی مباحث و خطابات بھی ہوئے۔ اسی دوران سینکڑوں اصحاب نے آپ سے علمی و روحانی استفادہ بھی کیا۔

وفاتِ حسرت آیات:...... حضرت جلالۃ العلم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ فضلِ خداوندی ۸۷ سال کی عمر طویل پائی۔ ۱۹۹۸ء کے اوائل میں آپ کی طبیعت میں ناسازی نے طول پکڑا اور ''مریضِ عشق پر رحمت خدا کی' مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے بمصداق آپ کی علالت شدت اختیار کرتی گئی اس کے بعد آپ کو دوشہور ہاسپٹل میں شریک کیا گیا جہاں آپ کا علاج و معالجہ جاری رہا' کچھ عرصہ بعد آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' بالآخر ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ/

۱۰ ا را کتوبر ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ صبح دس بجے علم وعمل اور رشد و ہدایت کا یہ چراغ گل ہو گیا...... اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مگر اس چراغ نے علم وفن کے جو سینکڑوں چراغ روشن کر دیئے ان کی روشنی فضا اور ماحول دونوں کو منور رکھے گی۔

دل اپنی طلب میں صادق تھا' بے تاب سوئے مطلوب گیا
دریا سے یہ موتی نکلا تھا' دریا ہی میں جا کر ڈوب گیا

نمازِ جنازہ و تدفین:...... ۱۱ را کتوبر ۱۹۹۸ء نمازِ جنازہ بعد ظہر تاریخی مکہ مسجد میں ادا کی گئی' خلف اکبر و جانشین مولانا سید شاہ بدرالدین قادری الجیلانی نے نمازِ جنازہ پڑھائی' ہزاروں مریدین و معتقدین نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی' تقریباً دو گھنٹوں تک آخری دیدار کرایا گیا۔ نمازِ ظہر خطیب مکہ مسجد مولانا عبداللہ قریشی الازہری نے پڑھائی۔ جلوسِ جنازہ مکہ مسجد سے دوپہر اڑھائی بجے نکلا اور براہ لاڑ بازار چوک حسینی علم سے ہوتا ہوا احاطۂ درگاہ حضرت موسیٰ قادری پہنچا' جہاں حضرت مجلائۃ العلم رشید پادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے جسدِ خاکی کو بادیدۂ نم سپردِ لحد کیا گیا۔

راقم الحروف نے ۲۰۰۸-۰۱-۰۳ کو ایک کتاب "مجلائۃ العلم" خریدی' جو کہ مجلائۃ العلم حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری الجیلانی (رشید پادشاہ) رحمۃ اللہ علیہ کی حیات' علمی و تحقیقی کتب اور مضامین پر مشتمل ہے اور بڑے سائز کے تقریباً پونے چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی بھی اسی کتاب سے اخذ کیے گئے ہیں۔

اس کتاب "مجلائۃ العلم" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جو مضامین اور کتابیں درج ہیں' ان کی تعداد تقریباً چھبیس (۲۶) ہے' شائقینِ کتب کے ذوق کے لئے ان کے نام پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) مقدمہ تفسیر ربانی (۲) خلاصہ زکوٰۃ اور مسائل حاضرہ (۳) مطلقہ کی عدت ونفقہ اور سپریم کورٹ کا فیصلہ (۴) بنی ہاشم وسادات اور زکوٰۃ وصدقات (۵) تین طلاق دینے کے باوجود کیا ایک ہی طلاق واقع ہوگی؟ (۶) بینک انٹرسٹ (۷) انسانِ کامل (۸) حقیقتِ محمدی ﷺ (۹) عید میلاد النبی ﷺ (۱۰) ھدایۃ الرشید للغوی المرید (۱۱) ارشاد الرشید (۱۲) عقائد ابن تیمیہ اور اعمالِ یزید (۱۳) قومی یکجہتی اور عصرِ جدید کے نئے نئے فتنے (۱۴) النجم الثاقب (۱۵) استمداد و استعانت (۱۶) حیدر آباد کے فسادات اور اس کے وجوہ و اسباب (۱۷) مدیر

''الرسالہ'' کا خواب اور اس کی تعبیر (۱۸) اہل عرب پر نزول قرآن کا اثر (۱۹) سعودیہ میں ملازمت سے متعلق شرعی وضاحت (۲۰) اصطلاحات المحدثین (۲۱) لیلۃ مبارکہ (۲۲) واقعۂ کربلا پر ایک محققانہ نظر (۲۳) شرف نسب (۲۴) بدعقیدہ گستاخ مقرر پالن جی کی تقریر کا رد (۲۵) ختم نبوت کی حقیقت ایمانی نقطۂ نظر سے (۲۶) بشارۃ الخیرات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ

اسی مجموعے میں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''عید میلاد النبی ﷺ'' اور دو مضمون ''حقیقت محمدی ﷺ'' اور ''بشارۃ الخیرات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ'' کو عوام وخواص کی بھلائی کے لئے ''میلادِ مصطفیٰ ﷺ'' کے عنوان سے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد دکن میں کئی بار چھپ چکی ہے اور وہاں کے مقامی اخبارات میں اس پر تبصرے بھی شائع ہوچکے ہیں' ان تبصروں کے دو اقتباس بھی شامل کتاب ہیں۔ اس کی تسہیل وتزئین اور ترتیب جدید کی سعادت راقم الحروف کے حصے میں آئی' پروف ریڈنگ راقم سمیت حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری' بی ایس سی... بی ایڈ... ایم اے... اردو... پنجابی... تاریخ (آف کاموکی) نے فرمائی۔ قرآنی آیات کا ترجمہ' اعراب اور حوالے بھی لگادیئے گئے' مشکل الفاظ کے معانی کو بھی آسان الفاظ کا پیراہن پہنانے کی کوشش کی گئی ہے' فارسی اشعار کے ترجے کی سعادت اپنے محترم والمقام محمد ظہیر خاں صاحب (آف ایمن آباد شہر) کے حصے میں آئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے اس کتاب کو مصنف' معاونین' ناشر سمیت ہم سب کے لئے صدقۂ جاریہ اور آخرت کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے نیز حضور پرنور ﷺ کے درِ اقدس کی بار بار مقبول حاضری اور شفاعت اُخروی کی سعادت سے مالا مال فرمائے اور اتباعِ سنت کے ساتھ باقی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین ثم امین...... بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ریاست علی مجددی

۱۶ر صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

حقیقت محمدی ﷺ

(حب نبوی ﷺ کا جزءِ ایمان ہونا بلکہ اصل ایمان' عرفان و محبت اور عشق وفدائیت کی شان' حسن صورت میں بے مثال ولاجواب اور سیرت واخلاق میں قرآن' اتباع نبوی ﷺ پر محبوبیت کا اعلان' حب آلِ نبی ﷺ کا فیضان)

اسلام کا بنیادی اُصول حبیب پاک ﷺ کی محبت واتباع ہے۔ بزرگانِ دین کی تبلیغ اور اُن کے مواعظِ حسنہ میں حب نبوی ﷺ پر ہی ہمیشہ سے زور دیا جاتا رہا ہے اور یہی ایک ایمان کی جان ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ:۔ جو مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہیں یعنی آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں دین اُن کا ہے اگر آپ ﷺ کے ساتھ محبت نہیں کرتے تو وہ ابولہب جیسے ہیں۔

حضورِ انور ﷺ ہمہ تن جان پاک ہیں اور آپ ﷺ کا جسم اطہر ہماری روحوں سے بھی لطیف تر۔ حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فدائیت کے والہانہ جذبہ کے ساتھ بدن پاک کی اسی لطافت وپاکیزگی کا اظہار قسم کھاتے ہوئے اپنے منظوم کلام میں اس طرح فرمایا ہے۔

تو جان پاکی سربسر نے آب وخاک اے نازنیں
واللہ زجاں ہم پاکتر روحی فداک اے نازنیں

ترجمہ:۔ آپ ﷺ کا وجود مبارک مکمل طور پر پاک ہے اے دیکھنے والے اللہ کی قسم! آپ ﷺ کی جان پر ہماری پاکتر روحیں بھی فدا ہیں۔

جسمانی لطافت کے سلسلہ میں "حضور ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا" کا جس حدیث شریف سے استدلال کیا جاتا ہے اس پر بعض نے کلام کیا تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث کی تائید تو خود قرآن کریم کی اس آیت شریفہ سے ہوتی ہے......

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" ﴿پ ۶ سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۱۵﴾

ترجمہ:- بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو نور کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔ قرآن پاک کے اس واضح بیان سے حقیقت محمدی ﷺ کا انکشاف ہو رہا ہے۔

(پ ۱۸ سورۃ نور آیت شریف ۱۲) "لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ○" (ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے میں نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا (جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی نے "تفسیر مدارک التنزیل ج ۲، ص ۴۹۲ مطبوعہ بیروت" میں حدیث افک یعنی ام المومنین پر بہتان تراشی کے قصہ کے سلسلہ میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا، آپ کا سایہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس لئے نہیں ڈالا کہ کہیں کوئی شخص اس سایہ پر اپنا قدم نہ رکھ دے اور جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے سایہ پر قدم رکھنے کا کسی کو موقعہ تک نہ دیا ہو تو کیا پھر وہ کسی کو آپ ﷺ کے حرم کی بے حرمتی کا موقعہ دے گا (نہیں)۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جسد اطہر پر مکھی نہ بیٹھنے سے استدلال کر کے منافقین کی تکذیب وتردید کی اور حضور ﷺ کو تسلی دی تھی۔ مولا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت

"تفسیر مدارک" میں بیان کی گئی ہے۔ (جو شریک نصاب مولوی فاضل جامعہ نظامیہ ہے) دین اسلام میں ایمان کے ساتھ عمل کی ضرورت بھی ایک امر مسلم ہے اور اسکی اہمیت سے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر عمل کا سوال ایمان کے بعد کا ہے اور حب نبوی ﷺ داخل ایمان و جزء ایمان ہے۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث شریف ہے شیخین رحمہا اللہ امام بخاری و امام مسلم نے اپنی اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ تک یہ روایت پہنچائی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے پاس زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس کے والد و اولاد اور تمام لوگوں سے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حب نبوی ﷺ سب پر مقدم ہے۔ اصول و فروع (ماں باپ) اور دیگر تمام دوست احباب، اعزہ و اقرباء سے بڑھ کر ایمان کے لئے حبیب پاک ﷺ کی محبت درکار ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے دل میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی محبت ضرور ہے مگر اپنے نفس کی محبت زائد پاتا ہوں تو ارشاد ہوا کہ ابھی تم مومن نہیں ہوئے اس کے بعد جب دستِ مبارک اُن کے سینہ پر رکھا تو کایا پلٹ دی، دل کی کیفیت بدل گئی اور حب نبوی ﷺ سے قلب معمور ہو گیا۔ عرض کیا کہ اب میں آپ ﷺ کی محبت اپنے نفس سے بھی زائد پاتا ہوں۔ ارشاد ہوا اب تم مومن ہوئے۔

قرآن کریم کی اس آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ملتا ہے......

"مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ" ﴿پ ۱۱ سورۃ التوبۃ آیت ۱۲۰﴾

ترجمہ:۔ اہل مدینہ کو اور جو اُن کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں اُن کو شایاں نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔

اعمال حسنہ در حقیقت اسی کی شاخ ہیں' بلکہ اسکا ثمرہ ونتیجہ ہیں۔ حسن خاتمہ کا دارومدار بھی محبت رسول ﷺ پر ہے اور عاقبت وآخرت کی ساری بھلائی وخیروخوبی حب نبوی ﷺ پر موقوف ہے۔

سچ ہے عمل ہی قبر کا سرمایہ ہے مگر
افضل ہے ہر عمل سے محبت رسول ﷺ کی

استاذ جلیل علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح حشر کے بارے میں فرمایا ہے......

اصل میں حب نبی ﷺ حشر میں کام آئی جلیل
کام اس وقت میں نہ زہد آیا نہ تقوی آیا

انسانی خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت محبت ہے۔ فرشتے بھی اس سے محروم ہیں' قلب مومن جو مرکز محبت ہے نہ صرف محل ایمان ہے بلکہ جلوہ گاہ حق بھی ہے' بلحاظ حالات محبت میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے' انتہائے محبت کا نام عشق ہے جس کا ظہور فدائیت کی صورت میں ہوا کرتا ہے' محبت کرنے والا اس مقام تک اگر پہنچ جائے تو اپنے محبوب پر سے نہ صرف مال ومتاع کو بلکہ خود اپنے آپ کو' اصول وفروع یعنی ماں باپ کو' آل واولاد سب کو قربان کر دیتا ہے۔ جیسا کہ احادیث شریفہ میں "بل نفدیک یارسول اللہ بآبائنا وامھا تنابا موالنا وابنائنا وانفسنا" اصحاب کرام کی پیشکش کے اندر فدائیت کی مذکورہ بالا پوری صراحتیں پائی جاتی ہیں۔

چمنے کہ تا قیامت گل او بہار بادا
صنمے کہ بر جمالش دوجہاں نثار بادا

ترجمہ:- چمن میں قیامت تک ہمیشہ پھول کھلتے رہیں گے اور بہار آتی جاتی رہے گی ایسے کہ جس کے حسن پر دوجہاں نثار کر دیے جائیں۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مثال ہمیشہ تروتازہ رہنے والے چمنستان کی سی ہے اسی لئے

آپ ﷺ کے حسن پر دو جہاں نثار ہونے کو تیار رہتے ہیں)

آقائے نامدار ﷺ سے اپنے آپ کو قربان و فدا کر دینے کی تعبیر سلوک میں فنافی الرسول سے کی جاتی ہے اس کے بعد فنافی اللہ کی آخری نوبت آتی ہے جو بقا باللہ کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

تو مباش اصلا کمال اینست و بس
رو درو گم شو وصال اینست و بس

ترجمہ:۔ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کے بغیر تم ہرگز مکمل نہیں ہو سکتے اگر آپ ﷺ کی محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں رونے سے تکلیف جاتی رہے وصال یہ نہیں ہے اور بس۔

اطاعت و اتباع سب بعد کی باتیں ہیں مرتبہ محبت ان سے پہلے ہے اور معرفت و شناخت تو محبت پر بھی مقدم ہے لہٰذا معرفت رسول کی جانب توجہ پہلے مبذول کرائی جاتی ہے۔ عرفان رسول کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کرام کی تعریف فرمائی ہے جو پہلے اہل کتاب تھے۔ علمائے یہود و نصاریٰ اپنے بیٹوں کو جیسے پہچانتے تھے ویسے ہی نبی آخر الزماں ﷺ کو پہچانتے تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔۔۔۔۔

"اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ"

﴿پ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۶﴾

ترجمہ:۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انھیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔

احبار یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے دریافت کیا کہ آیہ "یعرفون" میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی کیا شان ہے۔ انھوں نے فرمایا: اے عمر! میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا اور حضور ﷺ کو میرا پہچاننا اپنے بیٹوں کو پہچاننے سے بدرجہ اَتم و اکمل

(سب سے اچھا و بھلا) ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیسے؟ انھوں نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف ہماری کتاب تورات میں بیان فرما دیے ہیں۔ ایسا یقین بیٹے کی طرف سے کس طرح ہوا۔ عورتوں کا حال ایسا قطعی کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کا سر چوم لیا۔ یہ تھی قرآنی شہادت در بارہ معرفت رسول ﷺ۔

دربار نبوی ﷺ کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے الہامی کلام میں (جنھیں حضور ﷺ کی دُعاؤں سے روح القدس کی تائید حاصل ہوا کرتی تھی) عرفانِ نبی ﷺ کے انوار اس طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:- اور میری آنکھ نے آپ سے زیادہ اچھا کسی کو نہیں دیکھا اور عورتوں نے آپ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی کو نہیں جنا۔ آپ بے عیب ایسے پیدا کیے گئے، گویا کہ آپ خود جیسا چاہتے ویسا پیدا کر دیے گئے۔

نورِ مجسم ﷺ کے بے عیب سراپا کے تعلق سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ ایک جامع بیان تھا۔ اب اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھی صرف ایک روایت ملاحظہ کیجیے جو انسانِ کامل ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ حضور ﷺ کے اخلاق گراں مایہ کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے سائل سے پوچھا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ اُس کے بعد فرمایا "کان خلقہ القرآن" (آپ کے اخلاق یعنی زندگی کا عملی پہلو قرآن تھا) دُنیا میں کسی کو کسی سے جب محبت ہوتی ہے

اُس کے دو ہی اسباب ہوتے ہیں ایک جمال دوسرا کمال۔ حضور پرنور صورت وسیرت کے ان ہر دو اعتبار سے خلقِ خدا میں لاجواب و بے مثال ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے نور سے ہیں اور ساری کائنات آپ ﷺ کے نور سے۔

"وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا"

باایں ہمہ محبت آپ ﷺ سے نہ ہوگی تو پھر کس سے ہوگی۔ ایسے محبوب پر جان و دل سے فدا اگر نہ ہوں گے تو پھر آخر کس پر ہوں گے۔

عرفان نبی ﷺ کے سلسلہ میں بعض ایسے بزرگوں کے بیانات اوپر پیش کئے گئے ہیں جنہوں نے ایمان کی آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھا تھا۔ لیکن معرفت کے لئے ایسا دیکھنا بھی کوئی شرط لازم نہیں۔ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ جیسے عارف وعاشق کب آپ کو دیکھے تھے۔ آپ طبقہ صحابہ سے نہیں زمرہ تابعین سے ہیں۔ اسی لئے حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پاکاں نہ دیدہ روئے تو جاں دادہ اندر کوئے تو
ایک بگرد کوئے تو صد جان پاک اے نازنیں

ترجمہ:۔ مقربوں (بلند مرتبہ عظیم شخصیات) کی شان کو دیکھ کر تمہیں (رونا) حسد نہیں کرنا چاہئے تیرا نصیب گلی کوچہ کے درمیان ہی ہے۔ (یعنی تیرے قریب ہی ہے) بلکہ تو اپنی قسمت پر شاکر رہ۔ جو تمہارا نصیب ہے وہی تمہارے لئے پاکیزہ تر ہے اے دیکھنے والے۔

الحاصل ترتیب کے لحاظ سے معرفت وشناخت پہلے ہوا کرتی ہے اور اس کے بعد محبت پیدا ہوتی ہے۔ محبت کی انتہا عشق کہلاتی ہے اور عشق کا تقاضہ فدائیت اور قربانی ہوتا ہے۔ محبت پیدا ہوجانے سے محبوب کی اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ ابھرتا ہے۔ فی الواقع اطاعت ثمرہ محبت ہے اور اس کا نتیجہ دعوے محبت کا ثبوت بھی اطاعت سے ملتا ہے۔ محبت اگر دل میں نہ ہو تو اعضاء وجوارح سے فرماں برداری واطاعت کا

ظہور بھی نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں "وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ" کے ساتھ ساتھ "فَاتَّبِعُوْنِیْ" کے بھی احکام ملتے ہیں۔ اطاعت واتباع میں بڑا فرق ہے۔ اتباع کا مقام اطاعت سے بہت اونچا ہے۔ اس لئے کہ اطاعت جب نام ہے تعمیل حکم اور فرماں برداری کا تو اطاعت کے لئے حکم کا انتظار ضروری ہو گیا۔ اس کے برخلاف اتباع میں حکم کا کوئی انتظار نہیں رہتا بلکہ محبوب کے نقش قدم پر چلنے کی اور اس کا رنگ روپ اختیار کرنے کی جو کوشش کامل محبت میں بطور خود کی جاتی ہے اُسے اتباع کہتے ہیں۔ اسی لئے حبیب پاک ﷺ کے متبعین، آپ ﷺ کی اتباع و پیروی کی بدولت مقام محبوبیت پر فائز ہوتے ہیں اور خود بھی محبوب خدا بن جاتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے.....

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

﴿پ ۳، سورۂ آل عمران: ۳۱﴾

ترجمہ:- (اے حبیب!) آپ فرمادیں کہ لوگو! اللہ سے تم اگر محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریگا۔

اس طرح حبیب پاک ﷺ کی اتباع وپیروی کرنے والے بموجب وعدہ الٰہی محبوبانِ خدا ہو گئے۔ ان میں سے بعض اولیائے کاملین تو کمال اتباع کے باعث "محبوب الٰہی" اور "معشوق ربانی" جیسے القاب کے ساتھ پکارے جانے لگے۔ یہ ہے جب نبوی ﷺ کا فیضان جو اتباع اور کمال اتباع کے درجے طے کراتے ہوئے بالآخر یہاں تک پہنچا دیا۔

خاتمہ پر ایک اہم بات بتا دینا ضروری ہے جو یاد رکھنے کے لائق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے والے اور پیروی کرنے والے کی جب یہ شان ہے تو رسول ﷺ کے چہیتوں کی عظمت وشان کا کیا عالم ہوگا۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دُعاء فرمائی

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ احبہ فاحبہ واحب من یحبہ" (اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب بنالے اور ہر اُس شخص کو محبوب بنالے جو اِس سے محبت رکھے) نص حدیث سے سبطِ رسول ﷺ کا اپنے نانا جان کے پاس محبوب ہونا ثابت ہوا اور حضور ﷺ کی دعا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام ہمام اور ان کے تمام چاہنے والے محبوبانِ خدا ہیں۔ آلِ نبی ﷺ کے اس تعلق جزئیت وقربِ خاص کی بناء پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ آلِ نبی ﷺ کو بھی شریک کرنا پڑتا ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں حبِ نبوی ﷺ کے ساتھ محبت اہلِ بیت بھی اہلِ سنت والجماعت کے مسلک میں جزء ایمان ہے اور محبوبیتِ حق کا وسیلہ۔ خوارج اس سے بے بہرہ ہیں جیسے کہ روافض اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم سے برگشتہ اعتدال سے ہٹ جانے اور افراط وتفریط میں پڑ جانے کی وجہ سے دونوں فرقے باطل پر ہیں اور اہلِ حق ہر دو سے بیزار۔

حکیم الامۃ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی مناجات میں ہے۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامانِ آلِ رسول

ترجمہ:- یا اللہ اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صدقے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمانا۔ اگر ہم دعوت دیں (مکمل دعوت) اور وہ قبول ہو جائے تو مجھے آلِ رسول ﷺ کے دامن میں پناہ دے...... آمین

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ حَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا وَسَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ





روزنامہ "سیاست" کا وقیع تبصرہ

روزنامہ سیاست (۲۵ر جولائی ۱۹۹۶ء) میں ایک وقیع تبصرہ اس کتاب "عید میلاد النبی ﷺ" پر شائع ہوا۔ ایک اہم اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"چند برس قبل تقاریب عید میلاد کے ترک کر دینے کے ایک فتویٰ کے اجراء ہونے کے بعد سے اس موضوع سے متعلق عامۃ المسلمین کی دلچسپی میں بے حد اضافہ ہو گیا اور عام اضطراب پھیل گیا۔ حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری (رشید پادشاہ مدظلہ) سابق امیر جامعہ نظامیہ و متولف صدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ و معتمد صدر مجلس علمائے دکن نے متعدد اشخاص اور تنظیموں کی خواہش پر اس اہم اور مقدس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک نہایت مدلل، جامع اور معلومات آفریں رسالہ بہ عنوان "عید میلاد النبی ﷺ" لکھا جو اس موضوع پر نہایت اعلیٰ، معیاری، حقیقی اور مستند مواد پر مشتمل ہے۔ زیر تبصرہ رسالہ کا دوسرا ایڈیشن پیش نظر ہے جو اردو میں ۶۴ عنوانات کے تحت موضوع سے متعلق ہر پہلو پر ٹھوس اور مستند معلومات پر مبنی مواد فراہم کرتا ہے۔ اس کی تدوین خالص علمی طرز پر کی گئی ہے۔ حضرت مصنف مدظلہ نے اپنے اعلیٰ مزاج کے موافق اس کی تہذیب و ترتیب فرمائی ہے اس بات سے اہم اس کا تحقیقی مواد ہے جو میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کے انعقاد کے ضمن میں عامۃ المسلمین کی واقعی تشفی کا باعث ہے۔ سنت و بدعت کی حقیقت، اظہار مسرت کا جواز، یادگار کی دینی حیثیت، میلاد النبی ﷺ پر خوشی منانے کی توجیہ، تعیین دن کی حقیقت، بدعت کی اقسام، وسیلہ اور اس کی حقیقت، شب میلاد کے عجائب و فوائد، تقاریب میلاد کی حکمتیں، مجالس

میلاد کی تاریخ، اظہارِ سرور، تعین وقت اور اطعام طعام سے متعلق علمی مباحث نے اس کتاب کی وقعت واہمیت میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ حضرت مصنف مدظلہ کا اُسلوب بیان اِس قدر رواں اور دل آویز ہے کہ قاری کی توجہ کتاب سے ہٹتی نہیں۔ عالمانہ طرزِ نگارش، مدلل گفتگو اور خطیبانہ انداز کے باوصف ہر سطح کے پڑھنے والے کے لئے قابل فہم تحریر، حضرت کی قلمی کرامت اور موضوع کی تقدیس کا فیضان ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب ہر گھر میں موجود ہونی چاہیے۔ بالخصوص آج کے اِس دور میں جب کہ دین پسندی کی تازہ لہرا ٹھی ہے۔ اس قدر اہم موضوع پر یہ کتاب ایک قابل قدر علمی تحفہ ہے"



میلاد النبی ﷺ کے متعلق ایک فتوے سے مسلمانانِ عالم کا جذبہ عقیدت مجروح ہوتا تھا، اس صورت حال نے علامہ رشید پادشاہ کو بے قرار کر دیا۔ علامہ حب نبوی ﷺ سے ایسے سرشار تھے کہ تمام زندگی اپنے خطبات و تحریرات میں حضور نبی کریم ﷺ کی مدح سرائی کرتے رہے، ایسے فتویٰ کو کیسے برداشت فرماتے جس سے شانِ رسالت ﷺ پر حرف آتا تھا۔ بقول حضرت فصاحت جنگ جلیل وہ تو اس بات کے قائل تھے۔

صرف حب نبوی ﷺ حشر میں کام آئی جلیلؔ
طاعتیں آئیں نہ زہد آیا نہ تقویٰ آیا

علامہ نے "عید میلاد النبی ﷺ" نامی کتاب لکھ کر اس فتویٰ کو بے اثر کر دیا۔







انتساب

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں
واللہ زجاں ہم پاکتر روحی فداک اے نازنیں
پاکاں ندیدہ روے تو جاں دادہ اندر کوے تو
ایک بگرد کوے تو صد جان پاک اے نازنیں

میں اپنے والدین کریمین (قبلۂ الباطن حضرت سید شاہ محمد پیر پادشاہ صاحب قادری و حضرت سیدہ بی بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہما) کی طرف ''عید میلاد النبی ﷺ'' کے اس مقالہ کو منسوب کرنے کی عزت و سعادت حاصل کر رہا ہوں' جو عشاقان و فدائیان حبیب پاک ﷺ سے تھے اور میں انہی آفتاب و ماہتاب کا ایک ذرۂ بے مقدار ہوں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ از آفتاب گویم

انہی (والدین) کی سرپرستی میں جذبۂ جاں نثاری و حسن عقیدت ہماری گھٹی میں پڑا ہے۔ ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ'' (اعمال کا دار و مدار خاتموں پر ہے.... بخاری) والدین کے حسن خاتمہ کا حال مخلصین و محبین کے لئے ہمت افزا ہے' جبکہ تادم زیست عشق و محبت پر عمل پیرا رہیں' جو عمل قلب ہے اور بہت زائد اہم یوں بھی ایک حدیث شریف میں ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' بھی آیا ہے کہ ''اعمال کا اعتبار نیتوں سے ہے...... بخاری'' اور نیت خود بھی ایک عمل قلب ہے۔

''وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ''

(۱)......۶۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ کو جمعہ کی رات آخری شب میں بوقت

وفات' حبیب پاک ﷺ کی شان میں بہ اُمید شفاعت ودستگیری والد بزرگوار نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٖ

ترجمہ:- وہی ہیں ایسے حبیب پاک جن کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے' نازل ہونے والی ہر ایک ہولناکی کے وقت' جو حادثات میں سے ہے۔

آخر میں پھر یہ ندا کی......

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَلُوْذُبِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمٖ

ترجمہ:- اے بزرگ تر تمام مخلوق سے میرا کوئی ایسا نہیں جس سے میں پناہ چاہوں' عام حادثہ کے نازل ہونے کے وقت۔

"سِوَاكَ" پر کلمہ کی اُنگلی اُٹھائی اور حبیب پاک ﷺ کی پناہ میں چلے گئے۔

جمعۃ المبارک کی وفات خود ایک مستقل نعمت' باقی عنایات مزید برآں ہیں۔

میرے ددیال کے لئے جمعہ ہے اور ننہال کے لئے پیر۔

"ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ"

میری والدہ کی وفات کے دن حضرت بھائی سید فرید پادشاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ چنانچہ خود اُن کی وفات بھی نمازِ جمعہ کے وقت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس امتیازِ خاندانی کو باقی رکھے۔ "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ"۔

(۲)......۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ کو شب دوشنبہ پچھلی رات میں والدہ ماجدہ بھی حضورِ اقدس ﷺ سے خطاب وندا کر رہی تھیں اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے منظورِ نظر ہو گئیں۔

یا محمد بمن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے
لَیْسَ لِیْ غَیْرُکَ یَا سَیِّدِیْ مَکِّیْ مَدَنِیْ
سوئے اَلْکَن نظرے برمنِ حیراں مددے

ایسے ہی موقعوں پر نفوسِ مطمئنہ کے استقبال میں یہ ندا آتی ہے......

"یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○" ﴿پ ۳۰ سورۃ الفجر﴾

ترجمہ:۔ اے اطمینان پاجانے والے نفس! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب) پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔

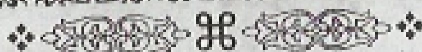
دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مغفرت نصیب فرمائے۔

"رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ"

﴿پ ۱۳ سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۴۱﴾

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی؛ جس دن حساب قائم ہوگا۔

سید محمد حبیب اللہ قادری (رشید پادشاہ)
امیر جامعہ نظامیہ شاہ گنج: حیدرآباد
پنجشنبہ ۲۷ رمضان ۱۴۱۳ھ

مُحْسِلاً مُحَمِّدِلاً، مُصَلِّیاً مُسَلِّماً

میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کو ترک کر دینے کی تمام مسلمانوں سے بن باز کی اپیل

بدعت اور تشبہ کے اعتراضات

مقامی اخبارات میں بحرین کی یہ خبر شائع ہوئی ہے: ”عبداللہ بن باز نے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کو ترک دیں، خدا نے ہم کو کسی نبی یا کسی اور شخص کے یوم پیدائش کی تقاریب منانے کا حکم نہیں دیا ہے، قرآن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کا انعقاد بدعت ہے اور دشمنانِ خدا (یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مذہب کے ماننے والوں) کی نقل ہے۔ سعودی حکومت اسلام کے وہابی فرقہ کے اُصول پر کاربند ہے، جس کی شروعات ۱۸ ویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نے کی تھی۔ قطر میں بھی وہابی عقیدہ کو مانا جاتا ہے“۔







بن باز کی اپیل کا جواب

بن باز کا تعارف

بن باز کا تعلق میری دانست میں آل الشیخ سے ہے یعنی محمد بن عبدالوہاب کے گھرانے سے۔ وہابی دو گھرانے ہیں' ایک آل سعود اور دوسرا آل الشیخ' بیت الملک یعنی شاہی گھرانہ آل سعود کا' قضاء اور احکامِ شرعیہ کے نفاذ کا تعلق بیت الشیخ سے ہے' جس کو بڑے اختیارات حاصل ہیں۔ حتیٰ کہ شاہ کا عزل ونصب بھی بیت الشیخ سے متعلق ہے۔ یہ ملا نے پہلے بہت کٹر تھے' دولت کی فراوانی کی وجہ تعیشات میں پڑ کر اب کچھ ڈھیلے پڑ گئے ہیں' جو دین و مذہب کا اثر نہیں' بلکہ یورپ اور امریکا سے مرعوبیت کا اثر ہے۔ بن باز نے صاف وصریح الفاظ میں اظہار کیا ہے کہ... "سعودی حکومت اسلام کے وہابی فرقہ کے اصول پر کاربند ہے"۔

وہابی ایک بدعتی فرقہ

(سعودی حکومت کا وہابی فرقہ سے ہونا کوئی سند نہیں جب کہ وہابی خود ایک بدعتی فرقہ ہے)

ایسی صورت میں اس فتوے یا اپیل کو فرقہ وہابیہ کی حد تک ہی اگر محدود رکھا جاتا تو داخلی مسئلہ تھا ہم کو درمیان میں اٹھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی' فتوے کے دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک چیلنج ہے' اس لئے یہ ظاہر کر دینا ضروری ہو گیا کہ اس فتوے سے اہل سنت کا کوئی تعلق نہیں ہے' فرقہ وہابیہ کے ایسے عقائد باطلہ سے سنی بیزار ہیں۔ وہابیہ نجدیہ گو کہ اپنے دعوے کے لحاظ سے سنی حنبلی ہیں' لیکن درحقیقت وہ خوارج کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں' محمد بن عبدالوہاب کے چیلے ہیں' ابن تیمیہ ان کے امام ہیں وہابیوں کو جہاں کہیں عظمتِ رسول یا احترامِ بزرگانِ دین نظر آ جائے وہ اس کی مخالفت

شروع کر دیتے ہیں اور تعظیم و تکریم کو غیر اللہ کی عبادت و شرک سمجھ لیتے ہیں' حالانکہ تعظیم و عبادت کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ عید میلاد منانے میں بھی یہی عظمت رسول ﷺ ان کو نظر آئی' جو مخالفت کا اصلی سبب ہے' ایمان کے لیئے صرف کلمہ پڑھ لینا ہی کافی نہیں' رسول اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم بھی ایک مسلمان کے لیئے جزو ایمان ہے:

"لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ"

﴿پ ۲۶' سورۂ فتح' آیت ۹﴾

ترجمہ:۔ تاکہ لوگو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر تم ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اہل حق کے نزدیک اپیل ہوا کہ بہتر (۷۲) بدعتی فرقوں میں سے فرقہ وہابیہ خود اپنے وجود میں ایک بدعتی فرقہ ہے' جو اہل حق پر یوم میلاد منانے کے تعلق سے ارتکاب بدعت کا الزام لگاتا ہے.........ع

بت ہم کو کہیں کافر اللہ کی قدرت ہے

نجدیوں کے قول فعل میں تضاد

(نجدی اپنا قومی دن مناتے ہوئے یوم میلاد منانے سے تمام مسلمانوں کو کیسے روک سکتے ہیں؟)

ساری دنیا میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کی تقاریب منائی جاتی ہیں اور اب چونکہ ان کو ترک کر دینے کے لیئے بن باز نے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے' اس لیئے اس اپیل کی اشاعت کے بعد سے عام بے چینی پیدا ہو گئی ہے اور آئے دن اخبارات میں تردیدی بیانات شائع ہو رہے ہیں' بعض بیانات تائید میں بھی چھپے ہیں' اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے!

"فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ"

﴿پ ۱۷' سورۂ حج' آیت ۴۶﴾

ترجمہ:۔ حقیقت میں آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں' بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

متعدد اشخاص اور تنظیموں نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی خواہش ہم سے بھی کی ہے' اس لئے مختصری وضاحت ذیلی سطور میں ضروری معلوم ہوئی۔

عامۃ المسلمین کے لئے فتویٰ یا اپیل جاری کرنے سے پہلے مفتی صاحب کو خود اپنا جائزہ بھی لے لینا چاہئے تھا' یہ عجیب بات ہے کہ سعودی قوم تو اپنا قومی دن ہر سال منائے اور یومِ میلاد منانے سے مسلمانوں کو اس طرح روکے۔ اس سال بھی یہ سالانہ تقریب پچاس سال ہوجانے پر سعودی عرب میں بڑے ہی زور وشور کے ساتھ منائی گئی ہے' پھر اس کے اندر کیا کیا ہوا' ناقابلِ بیان ہے' کیا اب ہم کو سعودیوں سے پوچھنے کا یہ حق نہیں پہنچتا کہ قرآن سے کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس تقریب کا انعقاد بدعت ہے اور دشمنانِ خدا کی نقل ہے؟ دیکھا آپ نے ان کے قول وفعل کو' دونوں میں کس قدر تضاد پایا جاتا ہے' باوجودیکہ اس بارے میں کتنی بڑی وعید آئی ہے۔

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ○ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ" ﴿پ ۲۸' سورۃ صف' آیت ۲'۳﴾

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے' کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ تم کہو جو خود نہ کرو۔

نجدیوں کا قومی دن

(ان کا قومی دن وہی تو ہے جس میں نجدیوں نے حرمین پر چڑھائی اور غارت گری کی تھی)

پھر ذرا اس یوم کی تاریخ پر بھی نظر ڈالئے تاکہ معلوم ہوجائے کہ تاریخِ اسلام میں یہ کس قدر منحوس اور تاریک یوم ہے۔

عالمِ اسلام کی رفتارِ سیاست کے پیشِ نظر فتنے کے ڈر سے اس مسئلہ پر قلم اٹھانے سے ہم گریز کر رہے تھے' مگر نجدی علماء کے ایسے بے بنیاد فتووں اور دل خراش اپیلوں کے باعث مجبوراً بادلِ ناخواستہ نجدیوں کی حرمین شریفین پر فوج کشی اور غارت گری کی طرف بھی اپنے الزامی جواب میں (جو اس مضمون کا پہلا جزء ہے) ضروری اشارے کر دینے پڑے ہیں' تقریری جواب یعنی یومِ میلاد کا ثبوت اور اس کے بدعت ہونے کی تردید دوسرے جزء میں آئے گی...... ان شاء اللہ! بتقاضائے حالات اہلِ سنت نے ان واقعات کو اپنے دل سے بھلا دیا تھا' لیکن یہ ناعاقبت اندیش پھر ان کو تازہ کیے جا رہے ہیں' وہی اس کے ذمہ دار ہیں' فتنۂ خوابیدہ کو جگانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

"اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ يُوْقِظُهَا"

حرمین شریفین کی مقدس سرزمین پر پچاس سال پہلے عبدالعزیز بن سعود (بانی حکومت سعودیہ) نے ناجائز حملہ کیا تھا' اُس وقت نجدی علماء اور بن باز جیسوں نے اہلِ حرمین پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دیا تھا' جس کی آڑ لیتے ہوئے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پر نجدیوں نے چڑھائی کر دی تھی' حج کے بعد تفریح کے لئے طائف میں ٹھہرے ہوئے اُن بے گناہوں کو بھی بے دریغ قتل کر دیا گیا تھا جو مکہ کے رہنے والے تھے' کثیر مسلم خواتین باندیاں بنائی گئی تھیں جن کو ان کے اہلِ خاندان خرید خرید کر چھڑا رہے تھے۔ صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار کے قبوں و قبروں کو گرا کر زمین کے برابر ایسا کر دیا کہ اب کسی کی قبر شریف کا نشان بھی نہیں ملتا' حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر بھی (جس میں حضور انور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی) ایک قبہ بنا ہوا تھا' جہاں جا کر زائرین نماز پڑھا کرتے تھے' اُس کو بھی مسمار کر دیا۔ اور اس کے بعد مولد النبی ﷺ کی بے حرمتی کے یہ مناظرہ دیکھنے میں آئے کہ کتے اور گدھے بے تکلف وہاں پھرا کرتے تھے۔ گنبدِ خضراء کو ڈھا دینے کا بھی نجدیوں نے ارادہ کر لیا تھا' بعض ہندوستانی علمائے

اہل سنت نے وہاں پہنچ کر نجدی علماء سے علمی بحث کی اور اُن پر غلبہ پایا' و نیز عالم اسلام میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ دُنیا کے ہر خطہ سے بے حساب ٹیلی گرام پہنچ گئے اور خود انگریز نے بھی (جو اُن کے سرپرست اور آگے بڑھانے والے تھے) سیاسی دباؤ اُن پر ڈالا جس کے باعث نجدیوں کو اپنا ارادہ ملتوی کر دینا پڑا۔ اس طرح نجدیوں کے مظالم کی داستان بڑی طویل ہے اور ناقابل بیان۔

ابن سعود سے پہلے بھی نجدیوں کا قبضہ حرمین پر ہوا تھا

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:۔ عبدالعزیز بن سعود سے ایک صدی پہلے محمد بن عبدالوہاب نجدی (بانی فرقۂ وہابیہ) نے اہل حرمین و دیگر مسلمان پر جو ظلم و ستم کئے ہیں اُس کی داستان کتب تواریخ میں ملاحظہ طلب ہے' علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار ج ۳ ص ۳۴۷ میں باغیوں کے بیان کے تحت خوارج کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

"كَمَا وَقَعَ فِيْ زَمَانِنَا مِنْ اِتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَى الْحَرَمَيْنِ ......الخ"

جیسے ہمارے زمانے میں پیروان عبدالوہاب کا واقعہ وقوع پذیر ہوا جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قبضے کر لئے۔

خود کو حنبلیوں کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ صرف وہی ایک مسلمان ہیں اور جن کا عقیدہ اُن کے خلاف ہو وہ سب مشرک ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے اہل سنت کا اور ان کے علماء کا قتل مباح قرار دیا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور مسلمانوں کے لشکر کو ۱۲۳۳ھ میں اُن پر کامیابی عطا فرمائی"۔ خط کشیدہ جملہ کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مسلمان نہیں جیسا کہ علامہ رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی نظامیہ کے فتوے میں اس کی وضاحت کردی ہے۔

ہمیشہ فتنے برپا کرتے رہنے کے باوجود نجدیوں کا دعویٰ توحید

دار الندوہ میں شیخ نجدی کا مشورہ:۔ نجدیوں کے اسی فتنے کی وجہ سے شاید ان کا داخلہ حرمین میں ممنوع تھا' شریف مکہ کے زمانے میں بھی ان کو حج پر آنے کی اجازت تک نہیں تھی۔ اس طرح زمانہ قدیم سے نجدیوں نے بڑے بڑے فتنے کھڑے کیے ہیں اور ان سے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کو جو مراکز اسلام ہیں سخت دھکے پہنچے ہیں۔ پھر بھی ان کا یہ دعویٰ ہے کہ توحید کے علمبردار وہی ایک ہیں باقی سب مشرک' سنت نبوی ﷺ کی اتباع انہی کے دم قدم سے قائم ہے' باقی تمام بدعتی اور جہنمی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ سنت کو چھوڑ کر جب کوئی بدعتی ہوائے نفسانی کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو وہ شیطان کا پیرو بن جاتا ہے اور اتباع شیطان کے باعث اعمال بد بھی اسے بھلے معلوم ہونے لگتے ہیں' پھر اسی کو عین شریعت اور سنت کی اتباع کامل سمجھ لیتا ہے' جیسا کہ فرمایا......

"وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ" ﴿پ ۲۰' سورۂ عنکبوت' آیت ۳۸﴾

"اور شیطان نے ان کے کرتوت ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے"

بسا اوقات شیطان خود ان کا روپ اختیار کر لیتا ہے اور ان کی صورت میں نمودار ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرداران قریش نے ہجرت سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے خلاف بڑی خطرناک سازش کی تھی' دار الندوہ (کمیٹی ہال) میں سب جمع تھے' مختلف تجاویز پر راز میں غور ہو رہا تھا' اس اثناء میں ایک نجدی بوڑھے کی شکل میں ابلیس وہاں پہنچ گیا' اور کہنے لگا کہ تمہارے اس اجتماع کی مجھے اطلاع ملی تو

میں آ گیا ہوں' مجھ سے کچھ نہ چھپانا' میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا۔ انہوں نے اس کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور پھر رائے زنی شروع ہوئی' ابوالبختری نے رائے دی کہ حضورِ انور اور واحد فداہ کو قید تنہائی میں بالکل بند رکھا جائے کہ خود بخود ختم ہو جائیں' ابوجہل نے تجویز پیش کی کہ تمام قبائل کے نمائندوں کے ہاتھوں تلواروں کے ایک ہی وار میں آپ کو قتل کر دیا جائے' ہشام بن عمرو کا مشورہ تھا کہ مکہ سے نکال باہر کر دیا جائے' مگر شیخ نجدی کو ابوجہل کی تجویز بہت پسند آئی اور اُس نے ابوجہل کی پوری تائید کی اور دوسروں کی رائے (مشورہ) پر سخت تنقید کی اور اسے دُور اندیشی کے خلاف بتلایا۔ ادھر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور ہجرت کا حکم سنایا۔ اسی سازش کے بارے میں قرآن فرماتا ہے......

"وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط"

﴿پ ۹' سورۃ انفال' آیت ۳۰﴾

ترجمہ:- اس وقت کو یاد کرو جب کافر آپ کے ساتھ مکر و سازش کر رہے تھے کہ آپ کو بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال باہر کریں۔

شیخ نجدی کی گستاخ رسول بنانے کی کوشش

توجہ طلب بات یہاں صرف اتنی ہی ہے کہ شیطان آخر شیخ نجدی کے بھیس میں کیوں آیا تھا! شیخ نجدی نے صنادید قریش کے ساتھ سازش کر کے پہلے تو حضور ﷺ کے قتل و خونریزی کی ناپاک کوشش کی تھی' بعد میں مسلمانوں کے اندر گھس کر عظمت رسول ﷺ اور حب نبوی کو اُن کے دلوں سے نکال دینے اور انہیں بے ادب و گستاخ بنا دینے کی کوشش میں لگا ہوا ہے تا کہ اس ذریعہ سے کفر تک پہنچا دے اور مرتد بنا دے۔

''مشکوٰۃ باب المعجزات میں بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم'' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ذُوالخُوَیصِرَۃ'' نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِعْدِلْ'' ''انصاف کیجئے'' کہا تھا' حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رہا نہیں گیا۔ عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں' حضور ﷺ نے انہیں روک دیا اور خوارج کے بارے میں تفصیلی پیشین گوئی فرمائی جس کے آخر میں صراحت ہے کہ یہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ یہ بے ادب بانی فرقۂ خوارج تھا' جس کا ظہور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد خلافت میں ہوا ہے' آپ نے اُن سے جنگ کی تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کا مقابلہ کیا تھا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وامّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اُن تمام صحابہ سے یہ بغض رکھتے ہیں جن کے درمیان لڑائیاں ہوئی تھیں' ان کے عقیدے کی رُو سے ہر وہ مسلمان کافر ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ فرقۂ وہابیہ کا تعلق بھی اسی گروہ خوارج سے ہے' جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ردالمحتار ج ۳' باب البغاۃ ص ۴۲۷'' میں اس کی وضاحت کی ہے۔

نجد اور خوارج کے عقیدے اور ان کے لئے پیشین گوئی

تاریخی واقعات سے ہٹ کر صحیح احادیث شریفہ میں نجدیوں کے تعلق سے خود حضور اکرم ﷺ نے بطور پیشین گوئی جب تاثرات کا اظہار فرمایا ہے وہ بہت ہی صاف و صریح ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شام کے لئے برکت کی دُعا کی' پھر یمن کے لئے بھی برکت کی دُعا کی' اس کے بعد جب نجد کے لئے توجہ دلائی گئی تو آپ ﷺ نے اس کا نام نہیں لیا اور شام و یمن ہی کے لئے دُعا کی' اس طرح تین بار شام و یمن کے لئے دُعا کی اور نجد کے لئے کچھ نہ فرمایا۔ بارہا

توجہ دلانے پر بالآخر یہ فرمادیا:

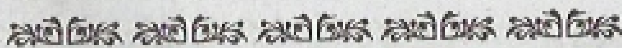
"هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ"

﴿بخاری، مشکوٰۃ:۵۸۶ باب ذکر الیمن والشام پہلی فصل﴾

ترجمہ:- وہاں تو زلزلے آئیں گے اور فتنے اٹھیں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

شام و یمن کے لئے بطورِ خاص دُعا دینے کی وجہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "لمعات شرح مشکوٰۃ" میں یہ بتلائی ہے کہ مکہ آپ کا مولد (جائے پیدائش) ہے جس کا تعلق یمن سے ہے اور مدینہ آپ کا مسکن و مدفن ہے جس کا تعلق شام سے ہے۔ نجد کے تعلق سے پیشین گوئی صریح ہے کہ یہاں سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان اپنے سینگ یہاں سے برابر نکالتا رہے گا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول نجدی یعنی محمد بن عبدالوہاب کے پیروٗ خوارج کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ خوارج کے تعلق سے بھی ایسی ہی پیشین گوئی احادیث شریفہ میں ملتی ہے کہ وہ سینگ نکالتے ہی رہیں گے اور ان کی سینگ کاٹی جاتی رہے گی یہاں تک کہ دجال ان کے سامنے نکلے گا۔

﴿سنن ابن ماجہ ص ۱۶ باب فی ذکر الخوارج﴾







بن باز کے فتوے کا تقریری جواب

اب رہ جاتا ہے نفسِ مسئلہ کا تصفیہ اور بن باز کے فتوے پر اس سوال کا جواب تقریری کہ یومِ میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے یا نہیں؟ بدعت وسنت دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں' سنت پر بدعت کا اطلاق غیر صحیح اور برعکس نہند نام زنگی کا فور کا مصداق ہے' یومِ میلاد النبی ﷺ کی خصوصیت واہمیت خود سنتِ نبوی ﷺ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان باتوں یعنی مسائل کی تفصیلات سے پہلے لفظ ''عید'' کا معنی ومفہوم ذہن نشین فرمالیں۔

لفظ عید کی تحقیق

ایک مؤمن کی عید دراصل تقربِ باری تعالیٰ کا نام ہے' جس کا ذریعہ عبادتِ الٰہی ہے۔ اسی لئے عید الفطر وعید الاضحیٰ میں دو' دو رکعت نماز ادا کرنی پڑتی ہے' وہ بھی فرض نہیں' مگر یومِ میلاد میں دن بھر کی عبادت بہ شکل روزہ آئی ہے۔ یہ روزہ شکرانے کا تھا' شکر منعم کا ہوا کرتا ہے' کسی نہ کسی نعمت واحسان کے مقابلے میں اور ادھر منعم علیہ کی ذات کو جسے نوازا گیا ہے نعمت حاصل ہونے کی بناء پر' سرور فرح اور مسرت وشادمانی حاصل ہوتی ہے' اسی کو لغتِ عرب میں ''عید'' کہتے ہیں' ولادتِ پاک کے دن جو مسرت وخوشی حاصل ہوتی ہے اس کی مناسبت سے یومِ میلاد کے ساتھ عید کا لفظ استعمال کرتے ہوئے عید میلاد النبی ﷺ بھی کہا جاتا ہے' و نیز ''عید'' کا مادہ لغوی اعتبار سے ''عود'' ہے' چونکہ یہ ہفتے میں ایک بار بلحاظ تاریخ سال میں ایک بار جدید مسرتوں اور نئی خوشیوں کو ساتھ لئے عود کرتا ہے اس لئے اسے ''عید'' کہتے ہیں۔

پورے قرآن مجید میں ایک ہی جگہ عید کا لفظ آیا ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا

کی تھی ''اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا'' ﴿پ ۷ سورۂ مائدہ آیت ۱۱۴﴾

ترجمہ:۔ اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر ایک خوان آسمان سے اُتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی۔

دُعائے عیسیٰ علیہ السلام سے خوان اُترا اور ہر اتوار کو عید ہوگئی

حضرت مسیح علیہ السلام نے مائدہ (خوان) آنے کے دن کو عید کا دن بنایا اسی لئے عیسائی اب تک اتوار کے دن عید مناتے ہیں کہ اس دن نعمت نازل ہوئی تھی اور خوان اُترا تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے جس کا شکر بجا لانا اپنے نبی ﷺ کی طرح آپ کے ہر اُمتی پر بھی لازم ہے۔

''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا'' ﴿پ ۱۱ سورۂ یونس آیت ۵۸﴾

ترجمہ:۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے تو چاہیئے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔

آپ ہمہ تن فضل و رحمت ہیں جیسا کہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿

﴿پ ۵ سورۂ النساء آیت ۸۳﴾

ترجمہ:۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا تم سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔

حصولِ نعمت کے دنوں کی یاد منانے کا حکم

مولیٰ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن دنوں میں نعمت عطا فرمائی ہو اُن کی یادگار منانے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ" ﴿پ ۱۳ سورۂ ابراہیم آیت ۵﴾

ترجمہ:- بنی اسرائیل کو اللہ کے دن یاد دلایئے۔

یعنی وہ دن جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں نازل کی تھیں جیسے اُن کا دریائے نیل کو عبور کر لینا اور فرعون کا اپنے لشکر سمیت اُس میں غرق ہو جانا، مَنّ وَسَلْویٰ کا اترنا وغیرہ۔

ہر پیر کو جب روزہ رکھنا سنت ہے تو پھر یوم میلاد منانا بدعت کیسے؟

یوم میلادُ النبی ﷺ منانا بدعت ہے یا نہیں؟ بدعت و سنت دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں سنت پر بدعت کا اطلاق غیر صحیح اور برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے، یوم میلادُ النبی ﷺ کی خصوصیت و اہمیت خود سنت نبوی ﷺ سے ظاہر ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ میلاد مبارک کے روز دن بھر عبادت میں رہا کرتے تھے جیسا کہ الفاظ حدیث "كَانَ يَصُوْمُ" (روزہ رکھا کرتے تھے) سے جو ماضی استمراری ہے اس عمل شریف میں مواظبت و مداومت یعنی ہمیشگی کا ثبوت ملتا ہے اور ایسے عمل کو اصطلاح میں "سنت مؤکدہ" کہتے ہیں۔

"مشکوٰۃ المصابیح" کتاب الصوم، باب صیام التطوع پہلی فصل ص ۱۷۹ میں بحوالہ صحیح مسلم" حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ پیر کے دن کے روزے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ" یعنی اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر (وحی) نازل کی گئی ہے۔

اس توجیہ سے صاف ظاہر ہے کہ یوم میلاد خود حضور اکرم ﷺ بروز دوشنبہ ہر ہفتہ منایا کرتے تھے۔

پیر کے دن کی خصوصیات

یوم میلاد منانے کے تعلق سے پیر کے دن کے روزے کی حدیث پیش کی گئی تھی' ذاتِ اقدس ﷺ کے ساتھ اس دن کو بڑی خصوصیت حاصل ہے' پیر کے دن نہ صرف ولادت مبارک ہوئی' بلکہ ہجرت اسی دن ہوئی' مدینہ منورہ میں داخلہ اسی دن ہوا' وفات شریف یہ سب اُمور اسی دن یعنی پیر کے روز واقع ہوئے۔ حضور ﷺ کے لئے یہ دن ایسا ہی ہے جیسا آدم علیہ السلام کے لیے جمعہ' اُن کی پیدائش' زمین پر اُترنا' توبہ کا قبول ہونا اور وفات سب جمعہ کے دن ہوئے۔ اسی لئے جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو دُعاء اُس میں کی جائے قبول ہوتی ہے۔ پھر سید المرسلین ﷺ کی ساعت ولادت میں اگر دُعاء قبول ہو تو تعجب کی کیا بات ہے!۔

پیر کے دن روزہ رکھنے کی دوسری توجیہ

دوشنبہ کے روزے کی حدیث کا دوسرا جزء یہ تھا کہ "اس دن مجھ پر وحی نازل ہوئی" مراد وحی کی ابتداء ہے کہ پیر کے دن سے وحی کا نزول شروع ہوا' وحی تو آپ پر چالیس سال بعد نازل ہوئی ہے' اب غور طلب امر یہ ہے کہ کیا نزولِ وحی سے پہلے بھی پیر کا دن قابل احترام تھا اور کیا اس کے برکات سے خلائق کو سعادت و نجات حاصل ہوئی ہے! صحیح حدیث کی روشنی میں بلالحاظ بعثت تاریخ پیدائش سے ہی وہ قابل صد احترام ہے اور یوم نجات بھی' بشرطیکہ اس پر خوشی منائی جائے' وحی کو میلاد سے ملانے کی ضرورت نہیں ہر ایک جداگانہ نعمت ہے اور دونوں نعمتیں مستقل نوعیت کی ہیں۔

دیگر انبیاء کے اِنعامات پر بھی حضور ﷺ کا شکر بجالانا

حضور اکرم ﷺ تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے انعامات پر بھی شکر بجالاتے اور اس کی

یاد مناتے تھے ایسی یادگاریں قائم کرنے کے لئے اُمت کو بھی مامور فرمادیا گیا ہے۔

ہر فرض نماز کا ایک ایک نبی کی یادگار ہونا

''شرح معانی الآثار' باب الصلوٰۃ الوسطیٰ جلد ا ص ۱۰۴'' میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ''حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ فجر کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت نماز شکریہ میں ادا کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ (دنبہ) دوپہر کے وقت پایا تو چار رکعت نماز شکریہ میں ادا کی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو (۱۰۰) سال بعد عصر کے وقت جب زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ کتنی مدت ٹھہرے؟ تو عرض کیا: ایک دن اور جب دیکھا کہ ابھی سورج ڈوبا نہیں ہے تو کہا کہ ایک دن سے بھی کم' اس کے بعد پھر انہوں نے چار رکعت نماز ادا کی۔ (بعض کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے مغفرت ہو جانے پر یہ نماز ادا کی تھی)۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت جب بوقت مغرب ہوئی تو انہوں نے چار رکعت نماز شروع کی' جب بار گزرا تو تیسری رکعت میں بیٹھ گئے' جس کی وجہ سے مغرب کی تین رکعتیں مقرر ہو گئیں۔ البتہ عشاء آخرہ کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ نے ادا کی ہے'' اسی طرح نماز ہائے پنجگانہ میں سے ایک ایک وقت کی نماز ایک ایک پیغمبر کی یادگار ہے' جس کو اُمت محمدی ﷺ روزانہ پانچ اوقات میں اب تک مناتی ہے اور قیامت تک مناتی رہے گی۔

یہود کے ساتھ تشبہ کا سوال اور اس کا مناسب حل

''مشکوٰۃ شریف' کتاب الصوم' ص ۱۸۰ میں بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم'' یہ متفق علیہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو عاشورے کے دن یہود کو روزہ دار پایا' سبب دریافت کیا' تو انہوں

نے عرض کیا کہ یہ ایک عظیم دن ہے اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اُن کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون کو اور اُس کی قوم کو غرق کر دیا تھا جس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکرانے میں روزہ رکھا تھا لہٰذا ہم یہ روزہ رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا......

"فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ"

ترجمہ:- پھر تو ہم تم سے زائد موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہیں اور اُن سے قریب تر۔

"فَصَامَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ" اس دن خود بھی حضور ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا" ابتداء اسلام میں یہ روزہ فرض تھا بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورے کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی مگر استحباب باقی ہے۔

"صحیح مسلم" کی روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ اس میں یہود سے مشابہت ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا......

"لَئِنْ بَقِیْتُ اِلٰی قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" ﴿مشکوٰۃ باب صیام التطوع پہلی فصل﴾

ترجمہ:- اگر زندگی رہی تو سال آئندہ نویں کا روزہ بھی میں ضرور رکھوں گا۔

یعنی عاشورے کا روزہ ترک نہیں فرمایا' بلکہ ایک اور روزے کا اضافہ فرما کر مشابہت اہل کتاب سے اجتناب فرمایا۔

بن باز کے فتوے میں بھی ایسا ہی استدلال کیا گیا ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کا انعقاد...... دشمنانِ خدا (یہودیوں' عیسائیوں اور دیگر مذہب کے ماننے والوں) کی نقل ہے۔

ان کی عید عاشوراء میں تھوڑی سی ترمیم کے بعد جب ان کے ساتھ تشبہ باقی نہیں رہا تو ہماری عید میں اُن کے ساتھ مشابہت کیا ہو گی؟ ہمارے مشاغل کچھ اور ہیں ا

اُن کے مشاغل کچھ اور۔ دشمنانِ خدا کے پاس شراب خواری' قمار بازی' عیاشی' اسراف اور فخر و مباہات کے سوا باقی کیا رہ گیا ہے! اس کے برخلاف غلامانِ محمدی طاعات و عبادات' نماز' روزے' خیرو خیرات' لذیذ کھانوں کا اہتمام' ختم قرآن اور درود و سلام کی محفلوں میں یوم میلاد مناتے ہیں' البتہ خوشی اور مسرت وجہ مشترک ضرور ہے جس کو تشبہ سے تعبیر کرنا دین میں تنگی پیدا کرنا ہے۔

''وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ'' ﴿پ ۱۷' سورۂ حج' آیت ۷۸﴾

ترجمہ:-اور اُس نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

عیدالاضحیٰ کا دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا دن

عاشورہ کے روزے کا بیان ہو رہا تھا' اب ذرا قربانی کی طرف آیئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن کو عیدالاضحیٰ کا دن قرار دے دیا گیا' معلوم ہوا کہ جس دن' جس تاریخ کسی اللہ والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی ہو وہ دن' وہ تاریخ تا قیامِ قیامت رحمت و مسرت کا دن بن جاتا ہے اور سالانہ اُس کی یاد منائی جاتی ہے۔

حج تو شروع سے آخر تک سب یادگار ہے

حج تو شروع سے آخر تک حضرت ابراہیم و اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہم السلام کی یادگار ہے اب نہ تو وہاں پانی کی تلاش ہے اور نہ شیطان کا قربانی سے روکنا' مگر صفا و مروہ کے درمیان چلنا' دوڑنا' منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا بدستور ویسے ہی موجود ہے۔

شب میلاد شب قدر سے افضل کیوں ہے؟

ماہِ رمضان خاص کر شب قدر اس لئے افضل ہے کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہوا' جب قرآن کے نزول کی وجہ سے یہ مہینہ اور یہ رات تا قیامت افضل و اعلیٰ ہو گئے تو

صاحب قرآن ﷺ کی ولادت پاک سے ربیع الاوّل اور اس کی بارھویں تاریخ بھی ضرور اعلیٰ و افضل ہو جائیں گے۔ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ میلاد شریف کی رات افضل ہے یا شب قدر؛ جن حضرات نے میلاد شریف کی رات کو افضل کہا ہے اُن کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شب میلاد میں تو سید الملائکہ والمرسلین ﷺ کا اس عالم میں نزول اجلال ہوا ہے ظاہر ہے کہ یہ فضیلت شب قدر میں نہیں آسکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر حضور ﷺ کو دی گئی اور شب میلاد میں حضور ﷺ کا ظہور ہوا، جن کی بدولت شب قدر کو فضیلت حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ جو چیز ذات سے متعلق ہو وہ افضل ہوگی بہ نسبت اُس چیز کے جو عطاء کی گئی ہو۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر کی فضیلت صرف حضور ﷺ کی اُمت سے متعلق ہے، اوروں کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور شب میلاد تو تمام موجودات کے حق میں نعمت ہے۔

حضور ﷺ کے نور ہونے کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ"

﴿پ ۶، سورۂ مائدہ، آیت ۱۵﴾

ترجمہ:- بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت مقدسہ میں سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا کیوں کہ آپ سے کفر کی تاریکی دُور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوگئی، نیز اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "میں سحر کے وقت رسول اللہ ﷺ کا ایک کپڑا سی رہی تھی، چراغ

بجھ گیا اور میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ اندر میرے پاس تشریف لے آئے' آپ ﷺ کے رُوئے انور سے گھر روشن ہو گیا' میں نے وہ سوئی پالی اور آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کے چہرے کی ضیاء اور روشنی کتنی زائد ہے! حضور ﷺ نے فرمایا: "ویل" یعنی ہلاکت پھر "ویل" ہے ہر اُس شخص کے لیے جو بروزِ قیامت مجھے نہ دیکھے۔ میں نے کہا: میرے حبیب! اور بخیل کون ہے؟ آپ ﷺ فرمایا: جس کے پاس میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر دُرود نہ پڑھے"۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانے پر مشرک وکافر پر نزولِ رحمت

اِس وقت میلادُ النبی ﷺ اور نزولِ وحی دو نعمتوں کے منجملہ میلادُ النبی ﷺ کے بارے میں کلام ہو رہا تھا' مسلمان تو آخر مسلمان ہی ہے' ایک مشرک وکافر بھی جس کا کوئی عمل باقی نہیں رہتا۔ سب محبوط ہو جاتے ہیں' اگر میلادُ النبی ﷺ کی نعمتِ عظمیٰ پر خوشی منائی ہو تو اُس کے حال پر بھی بڑا کرم ہو گیا ہے' کرم بھی ایسا کہ ایک بار مسرت کا اظہار کر دینے سے ہر ہفتہ میں پیر کے دن اُس کے لیے سکون کا سامان فراہم کیا جاتا ہے اور اسی انگلی سے یہ سکون نصیب ہوا کرتا ہے جس کی حرکت واشارے سے حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۶۴ میں ہے......

"فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اُرِیَهٗ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِیْبَتِهٖ......الخ"

یعنی جب ابولہب مر گیا تو اُس کے گھر والوں میں سے کسی نے اُسے خواب میں دیکھا (اور یہ صراحت بھی ایک روایت میں آئی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تھا) کہ وہ بری حالت میں ہے' اُس سے کہا کہ کیا پائے؟ ابولہب نے کہا کہ تمہارے بعد میں نے کوئی خیر وخوبی نہیں پائی "غَیْرَ اَنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِیْ ثُوَیْبَةَ" بجز اس کے کہ اس (انگلی) سے مجھے پینے کو پانی ملتا ہے' کیونکہ میں نے اس

(انگلی کے اشارہ) سے (اپنی لونڈی) ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا"

ابھی تو وہ عالم برزخ میں ہے' حساب و کتاب کے بعد دوزخ میں پہنچ جانے پر بھی آتش دوزخ کے اندر یہ پانی بدستور اُس کو ملتا رہے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوۃ جلد ۲ بیان رضاعت" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "دریںجا سنداست مر اہل موالید را۔۔۔ الخ" یعنی اس واقعہ میں میلاد کرنے والوں کے لیے سند ہے جو سرورِ عالم ﷺ کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں کہ ابولہب جو کافر تھا' حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی اور دودھ پلانے کے واسطے لونڈی دے دینے کی وجہ سے جب حضور ﷺ کی خاطر ایسی جزاء پایا ہے تو اُس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو سرور و محبت سے مالا مال ہے اور اپنا مال و دولت خرچ کرتا ہے...... الخ۔

ہر سوموار کو اظہارِ مسرت ہونا چاہیے

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولادت شریفہ گو کہ ایک معین دوشنبہ کے روز ہوئی تھی' مگر اس کا اثر ہر دوشنبہ میں استمراری ہے' بناء بریں اگر ہر دوشنبہ کو اظہارِ مسرت کے لئے خاص کیا جائے تو بے محل نہ ہوگا' کم از کم سال میں ایک بار تو اظہارِ مسرت ہونا چاہیے۔ جیسا کہ پہلے حرمین شریفین میں یوم میلاد النبی ﷺ نہایت اہتمام کے ساتھ منایا جاتا' یہاں تک کہ اس روز اور عیدوں کی طرح خطبہ بھی پڑھا جاتا تھا اور تمام مسلمان خوشیاں مناتے تھے' خاص کر مدینہ طیبہ میں تو دور دور سے قافلے چلے آتے تھے اور مراسم عید ادا کئے جاتے تھے' مکہ معظمہ میں ایک لطف خاص قابل دید یہ تھا کہ ہر فرقے اور حرفے کے لوگ مسجد الحرام سے قبہ مولد النبی ﷺ میں جوق در جوق امتیازی شان کے ساتھ جاتے تھے اور وہاں میلاد شریف پڑھ کر شیرنی وغیرہ تقسیم کرتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا الحافظ علامہ انوار اللہ خان فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین شریفین کے یہ چشم دید واقعات اپنی کتاب ''بُشْرَی الْکِرَامِ فِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ'' میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

عمل اہل حرمین اور حیدرآباد میں اس کی متابعت

حجاز مقدس سے حیدرآباد واپس آجانے کے بعد بحیثیت معین المہام (دشوار کام کے مددگار) اُمورِ مذہبی وصدر الصدور حکومت آصفیہ ۱۲ ربیع الاول شریف کو عمل اہل حرمین کی متابعت میں خطبۂ میلاد ''مکہ مسجد'' میں شروع کرادیا تھا جس میں شاہِ وقت اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان مرحوم آصف سابع بھی بڑی عقیدت سے ہر سال شریک ہوا کرتے تھے اور عید میلاد کی مسرت میں ۲۱ رتوپیں سر کی جاتی تھیں' الحمدللہ خطبۂ میلاد تو حیدرآباد میں اب تک بدستور جاری ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ! بظاہر معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ اہل حرمین کا یہ عمل متوارث تھا اور قرونِ اولیٰ سے برابر چلا آرہا تھا۔

''مولد النبی ﷺ کی تعظیم پر خلفائے راشدین کا عملدرآمد''

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت سے بھی ایسا ہی ثابت ہے جس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے......

''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ''

﴿ترمذی' احمد' ابوداؤد' مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل﴾

ترجمہ:۔تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت جو ہدایت یافتہ ہیں۔

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اَلنِّعْمَةُ الْکُبْرٰی عَلَی الْعَالَمِ''۔میں یہ روایات نقل کی ہیں۔

۱:)......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مَنْ اَنْفَقَ دِرْھَماً عَلٰی قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّةِ"

جو کوئی مولد النبی ﷺ کی قرأت پر ایک درہم خرچ کرے گا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا"

۲:)......حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَحْیَا الْاِسْلَامَ"۔

جس کسی نے مولد النبی ﷺ کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کو زندہ کیا"۔

۳:)......حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مَنْ اَنْفَقَ دِرْھَماً عَلٰی قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ فَکَاَنَّمَا شَھِدَ غَزْوَةَ بَدْرٍ وَحُنَیْنٍ"۔

جس کسی نے مولد النبی ﷺ کی قرأت پر ایک درہم خرچ کیا گویا کہ وہ غزوۂ بدر و حنین میں حاضر رہا"۔

۴:)......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ ﷺ وَکَانَ سَبَباً لِقِرَاءَتِہٖ لَا یَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بِالْاِیْمَانِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ"۔

"جو کوئی مولد النبی ﷺ کی تعظیم کرے اور اس کی قرأت کا سبب بنے وہ دُنیا سے نہیں نکلے گا مگر ایمان کے ساتھ اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے گا"۔

مولد النبی ﷺ کی تعظیم و قرأت پر بزرگانِ دین کے ارشادات

اس کے بعد مزید طمانیت کے لئے بعض تابعین و ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین

کے اقوال بھی ملاحظہ فرمایئے......

ا:)......حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَدِدْتُ لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ ذَھَبًا فَاَنْفَقْتُہٗ عَلٰی قِرَاءَتِہٖ مَوْلِدِ النَّبِیِّ ﷺ

''میری تمنا اور آرزو ہے کہ اُحد پہاڑ برابر سونا میرے پاس ہو اور میں اُسے مولدالنبی ﷺ کی قرأت پر خرچ کر ڈالوں''۔

۲:)......امام اہل سنت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَنْ جَمَعَ لِمَوْلِدِ النَّبِیِّ ﷺ اِخْوَانًا وَھَیَّأَ طَعَامًا وَاَخْلٰی مَکَانًا وَعَمِلَ اِحْسَانًا وَصَارَ سَبَبًا لِقِرَاءَتِہٖ بَعَثَہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَیَکُوْنُ فِیْ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ ۝

''جو کوئی مولدالنبی ﷺ کے لئے برادری کو جمع کرے کھانا تیار کرے جگہ خالی کردے نیک کام کرے اور سبب بن جائے مولدالنبی ﷺ کی قرأت کا' تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اُسے صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ اُٹھائے گا اور وہ خوشحالی کی جنتوں میں رہے گا''۔

۳:)......حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ نے فرمایا:

مَنْ حَضَرَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ ﷺ وَعَظَّمَ قَدْرَہٗ فَقَدْ فَازَ بِالْاِیْمَانِ

''جو کوئی مولدالنبی ﷺ میں حاضر ہو اور آپ کی قدر و شان کی تعظیم کرے تو وہ ایمان کے ساتھ ضرور کامیاب ہوگا''۔

۴:)......حضرت معروف کرخی قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا:

مَنْ ھَیَّأَ طَعَامًا لِاَجْلِ قِرَاءَۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ ﷺ وَجَمَعَ اِخْوَانًا وَاَوْقَدَ سِرَاجًا وَلَبِسَ جَدِیْدًا وَتَبَخَّرَ وَتَعَطَّرَ تَعْظِیْمًا لِمَوْلِدِ النَّبِیِّ ﷺ حَشَرَہُ اللہُ یَوْمَ

الْقِيَامَةِ مَعَ الْفِرْقَةِ الْأُولٰى مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ۔

''جو کوئی کھانا تیار کرے مولد النبی ﷺ کی قرأت کے واسطے اور اپنی برادری کو جمع کرے، چراغاں روشن کرے، نیا لباس پہنے، بخور جلائے اور عطر لگائے مولد النبی ﷺ کی تعظیم کی خاطر تو اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت پیغمبروں کی پہلی جماعت کے ساتھ اُس کا حشر کرے گا اور وہ اعلیٰ علیین میں رہے گا''۔

(۵:)...... حضرت سری سقطی قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا:

مَنْ قَصَدَ مَوْضِعًا يُقْرَأُ فِيْهِ مَوْلِدُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ قَصَدَ رَوْضَةً مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ لِاَنَّهٗ مَا قَصَدَ ذٰلِكَ الْمَوْضِعَ اِلَّا لِمَحَبَّةِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ قَالَ ﷺ مَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ۔

''جس کسی نے ایسے مقام کا قصد و ارادہ کیا جس میں مولد النبی ﷺ پڑھا جا رہا ہو تو ضرور اُس نے جنت کے چمنوں میں سے ایک چمن کا قصد و ارادہ کیا' اس لئے کہ اُس نے اُس مقام کا ارادہ نہیں کیا ہے مگر نبی ﷺ کی محبت کی وجہ سے' اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے: جو کوئی مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا''۔

(۶:)...... حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کوئی شخص مولد النبی ﷺ نہیں پڑھتا نمک پر یا گیہوں پر یا کسی چیز پر کھانے کی چیزوں میں سے مگر اُس میں برکت ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر اُس چیز میں جس کی طرف وہ کھانے کی چیز پہنچائے کیوں کہ وہ مضطرب اور بے چین رہتی ہے اور ٹھیرتی نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے کھانے والے کو بخش دے۔ اور اگر مولد النبی ﷺ کسی پانی پر پڑھا جائے تو جو کوئی اُس پانی سے پیئے گا اُس کے دل کے اندر نور داخل ہو جائے گا اور رحمت اور اُس سے ہزار کینے و بیماریاں نکل جائیں گی اور وہ قلب اُس دن نہیں مرے گا جس دن قلوب مر جائیں گے اور چاندی یا سونے کے جن دراہم مضروبہ

(سکہ لگائے ہوئے) پر مولد النبی ﷺ پڑھا جائے اور وہ دوسرے دراہم میں ملا دیے جائیں تو ان میں برکت واقع ہوگی اور ان کا مالک محتاج نہ ہوگا اور نبی ﷺ کی برکت سے اس کا ہاتھ خالی نہ رہے گا"۔

۷:)......امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امام جلال الدین سیوطی قدس اللہ سرہ اپنی کتاب "الوسائل فی شرح الشمائل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ کوئی گھر یا مسجد یا محلہ ایسا نہیں ہے جس میں مولد النبی ﷺ پڑھا جاتا ہو مگر فرشتے اس گھر کو یا مسجد یا محلہ کو گھیر لیتے ہیں اور فرشتے اس مقام کے لوگوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمت و رضوان کو اُن پر عام کر دیتا ہے"۔

رہ جاتے ہیں وہ فرشتے جو "مُطَوَّقٌ بِالنُّوْرِ" ہیں کہ اُن کے گلے میں نور کے طوق پڑے ہوئے ہیں یعنی جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام وہ تو صرف ان لوگوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں جو مولد النبی ﷺ کی قراءت کا ذریعہ اور سبب بنے ہوں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی مسلمان اپنے گھر میں مولد النبی ﷺ نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ ان گھر والوں سے دُور فرما دیتا ہے قحط کو وباء کو حرق و غرق کو یعنی جلنے اور ڈوبنے کی مصیبت کو تمام آفات و بلیات کو بغض و حسد نظر بد اور چوروں کو۔ اس کے بعد جب وہ مر جاتا ہے تو اس پر منکر و نکیر کے جواب آسان کر دیتا ہے اور وہ رہے گا صداقت کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔ پس جو کوئی مولد النبی ﷺ کی تعظیم کا ارادہ کرے اس کے لئے اس قدر بیان کافی ہے اور جس کسی کے پاس مولد النبی ﷺ کی تعظیم نہ ہو تو بالفرض اگر تم اس کی تعریف و توصیف میں اس کے لئے دُنیا بھر دو تو بھی اس کے قلب میں حضور ﷺ کی محبت کی تحریک پیدا نہ ہوگی۔

۸:)......محدث علام شیخ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لغت حدیث کی مشہور کتاب "مَجْمَعُ بِحَارِ الْاَنْوَارِ" کے خاتمہ میں ص ۵۵۰ پر محدث علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ ربیع الاول کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

"فَاِنَّهٗ شَهْرٌ اُمِرْنَا بِاِظْهَارِ الْحُبُوْرِ فِيْهِ كُلَّ عَامٍ" یعنی وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال سرور وخوشی کے اظہار کا ہم کو حکم دیا گیا ہے (مجلس مبادکہ دائرۃ المعارف میں اس کتاب کی تصحیح یعنی ایڈیٹ کی سعادت اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے)۔

۹:)...... مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مفسر قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی آفندی صاحب "تفسیر روح البیان" نے سورۃ فتح میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"وَمِنْ تَعْظِيْمِهٖ عَمَلُ الْمَوْلِدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مُنْكَرٌ"

میلاد کا ذکر عمل لانا حضور ﷺ کی تعظیم میں سے ہے جب کہ اس میں کوئی منکر یعنی بری بات نہ ہو۔

۱۰:)...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "المورد الروی فی المولد النبی ﷺ" میں لکھا ہے کہ

"لَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ جَدِيْدَةٍ وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَظِيْمٍ"

اہل اسلام ہمیشہ سے ہر نئے سال جلسے منعقد کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام کرتے ہیں اور ان پر اس کے برکات سے ہر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔

۱۱:)...... حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب:

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ "فیصلہ ہفت مسائل ص ۸" میں تحریر فرماتے ہیں:

"مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں' بلکہ ذریعہ

برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں"۔

۱۲:)......ملک مظفر کی خصوصیات اور محفل میلاد کا اہتمام:

مظفر الدین ابو سعید کوکبری بن زین الدین کوچک علی بن بکتگین شاہان امجاد و عظماء سے تھے اور ان اکابر و روساء سے جو اجواد و اخیاء تھے انہوں نے آثار حسنہ چھوڑے ہیں "رخ ساقول" میں جامع مظفر کی تعمیر انہی کی ہے اربل کے یہ امیر تھے جو موصل کا ایک علاقہ ہے الملک المظفر ان کا لقب تھا۔

ابن کثیر نے اپنی تاریخ "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے اور اس کے لئے ایک عظیم محفل میلاد منعقد کیا کرتے تھے' وہ ایک بہادر سردار تھے' عاقل' عالم و عادل' اللہ ان پر رحم فرمائے اور کرامت کی جگہ عطاء فرمائے! شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ نے ان کے لئے مولد النبی ﷺ میں ایک مجلد تصنیف کی جس کا نام "التنویر فی مولد البشیر النذیر" رکھا تھا' اس پر ملک نے انہیں ایک ہزار اشرفی بطور انعام دیئے' سلطنت و شاہی میں ان کی مدت طویل ہونے کے باوجود بہت اچھی رہی' وفات کے وقت ۶۳۰ھ میں وہ شہر عکا پر فرنگیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ بہر حال ان کی سیرت و خلوص نیت ہر دو قابل ستائش ہیں۔

"مرآۃ الزمان" میں سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جو لوگ بعض میلاد ہائے نبوی ﷺ میں مظفر کے دستر خوان پر حاضر تھے ان میں سے بعض نے بیان کیا کہ وہ اس دستر خوان پر جب شمار کئے تو پانچ ہزار بکرے تھے' دس ہزار مرغ کے سر' سو اونٹ اور ایک لاکھ زبدیہ (مٹی کی رکابیاں) اور تیس ہزار میٹھے کی طشتریاں۔

سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ میلاد ہائے نبوی ﷺ میں بڑے بڑے علماء اور

صوفیہ اُن کے پاس آتے تھے وہ انہیں خلعتیں دیا کرتے تھے اور ظہر سے فجر تک صوفیہ کے لئے سماع کا انتظام ہوتا۔ میلاد شریف پر سالانہ تین لاکھ اشرفی صرف کیا کرتے تھے' وافدین (دور سے آنے والے وفد) کے لئے ایک مہمان خانہ تھا' وہ جس طرف سے چاہے آئے ہوں اور جس ہیئت وصفت کے ساتھ چاہے آئے ہوں۔ بادشاہ اُس مہمان خانہ پر سالانہ ایک لاکھ اشرفی صرف کیا کرتے تھے۔ یہ سب چیزیں صدقۃ السر (پوشیدہ صدقہ) کے ماسوا تھیں یعنی چھپا کر جو خیر خیرات کیا کرتے تھے وہ مزید برآں تھیں۔

شہ کی ملکہ ربیعہ خاتون بنت ایوب کا بیان ہے کہ شاہ کا قمیص کرباس غلیظ (موٹے جھوٹے کپڑے) کا تھا' جو پانچ درہم کے برابر کو بھی نہ تھا' اس پر ملکہ نے ناراضی کا اظہار کیا تو ملک نے کہا کہ پانچ درہم کا قمیص پہن کر باقی خیر خیرات کر دینا میرے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ قیمتی کپڑے پہن لوں اور فقیر و مسکین کو چھوڑ دوں۔

میلاد شریف کی کتاب لکھنے پر انعام

ابن خلکان نے حافظ ابوالخطاب بن دحیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ اعیان علماء اور مشاہیر فضلاء سے تھے' مغرب سے آئے' شام و عراق میں داخل ہوئے اور ۶۰۴ھ میں اربل پر سے گزرے' وہاں کے ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین کو میلادِ نبوی ﷺ کا اہتمام کرتے ہوئے پایا تو اُن کے لئے "کتاب التنویر فی مولد البشیر النذیر" تیار کر دی اور خود اُن کے سامنے پڑھ کر سنائی۔ سننے کے بعد ملک مظفر الدین نے انہیں ایک ہزار اشرفی بطور انعام دی۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ۶۲۵ھ میں ہم نے اُن سے چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنی ہے' جب وہ سلطان کو سناتے تھے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بہر حال میلاد النبی ﷺ کا جو اہتمام ملک مظفر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا شاید کسی نے نہ

ہم نے اُن سے چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنی ہے جب وہ سلطان کو سناتے تھے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بہر حال میلادُ النبی ﷺ کا جو اہتمام ملک مظفر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا شاید کسی نے نہ اُن سے پہلے ایسا اہتمام کیا اور نہ اُن کے بعد اِسی لیے بعض علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ میلادُ النبی ﷺ انہی کی ایجاد ہے اور انہی کی قائم کی ہوئی بدعت' گو کہ ان بزرگوں نے بھی یوم میلاد منانے کی پوری تائید فرمائی ہے اور اس کی تعبیر بدعت حسنہ سے کی ہے' مگر سنت نبوی سے ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد اور خلفائے راشدین کے ارشادات کے باوجود (جیسا کہ اوپر تفصیلات گزر چکی ہے) بدعت کہنا محل نظر ہے۔

میلادُ النبی ﷺ کا شرعی حکم کیا ہے؟

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے دو فتوے ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں' یہ دونوں فتوے اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض دیگر علمی تحقیقات ''زرقانی'' کی شرح ''مقونیہ'' کے حاشیہ ''اجھوری'' سے لی گئی ہیں۔

۱)......علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے اس حاشیہ میں ایک استفتاء اور اُس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

سوال ہے ماہ ربیع الاوّل میں مولد النبی ﷺ کے عمل سے متعلق اور یہ کہ اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب یہ دیا ہے کہ عمل مولد لوگوں کا جمع ہونا ہے اور جتنا ہو سکے قرآن پڑھنا ہے

اور اُن اخبار کی روایت کرنی ہے جو نبی کریم ﷺ کے امر وشان کے آغاز کے بارے میں وارد ہوئی ہوں اور اُن آیات ونشانیوں کی روایت بھی جو آپ کی ولادت سے متعلق آئی ہوں' پھر دستر خوان بچھا دیا جاتا ہے' لوگ اس پر کھا لینے کے بعد واپس ہو جاتے ہیں کوئی زیادتی یا اضافہ اس پر نہیں ہوتا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو ان بدعات حسنہ سے تعلق رکھتی ہیں جن پر ان کا صاحب اجر وثواب پاتا ہے کیوں کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی قدر وشان کی تعظیم ہے' اظہار فرح وسرور ہے' اور نبی کریم ﷺ کے میلاد شریف پر خوشیاں مناتا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے (اس انداز یعنی شان وشوکت) جس نے اس کی ابتداء کی وہ ملک مظفر الدین ابو سعید کوکبری بن زین الدین علی بن بکتگین ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اور ان کے جشن میلاد کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے۔ رہا یہ کہنا کہ میلاد النبی ﷺ کی ابتداء انہوں نے کی محل نظر ہے' اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ اس شان وشوکت کی تقریب پہلے کبھی کسی نے نہیں کی تھی اور آج تک بھی کسی نے نہیں کی ہے۔

۲:)......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

شیخ الاسلام حافظ ابو الفضل ابن حجر العسقلانی الشافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح البخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ھ) سے عمل مولد کے بارے میں جب سوال ہوا تو اُنہوں نے یہ جواب دیا: عمل مولد بدعت ہے' قرونِ ثلاثہ کے کسی سلف صالح سے (اس انداز یعنی دھوم دھام سے) سے منقول نہیں' لیکن اس میں چند خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں اور چند خرابیاں بھی' جو کوئی اس عمل میں خوبیوں کا خیال کرے اور برائیوں سے اجتناب رکھے تو یہ بدعت حسنہ ہوگی اور جو ایسا نہ کرے تو نہیں۔

شیخ الاسلام نے مزید فرمایا کہ میرے لئے اس کی تخریج ایک اصل ثابت پر ظاہر ہوئی ہے وہ یہ کہ صحیحین میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ

تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا' اُن سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ "اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی' ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھتے ہیں"۔

اس سے حاصل یہ ہوا کہ اللہ نے کسی معین دن میں کسی نئی نعمت سے اگر نوازا ہو یا کسی نقمت (عذاب) و سزا کو دفع فرمایا دیا ہو تو اس کا شکر ادا کرنا پڑے گا اور ہر سال اس جیسے دن میں اس کا اعادہ بھی کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر عبادات کے مختلف انواع و اقسام سے حاصل ہوا کرتا ہے' جیسے سجود' روزہ' صدقہ اور تلاوت۔ ابن حجر اپنے فتوے میں لکھتے ہیں کہ اس دن اس نبی رحمت ﷺ کے بروز و ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت عظیم تر ہو سکتی ہے' بناء بریں سزاوار ہے کہ اس خاص دن کا قصد کیا جائے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یوم عاشوراء کے قصہ کے ساتھ مطابقت حاصل ہو جائے اور اس کا پورا لحاظ رہے۔

میلاد کے لئے دن کا تعین

بعض لوگ مہینہ کے کسی دن بھی عمل میلاد مقرر کرنے میں پرواہ نہیں کرتے' اور بعض لوگوں نے تو گنجائش یہاں تک نکال لی ہے کہ سال کے کسی دن بھی یوم میلاد کو منتقل کر دیتے ہیں' مگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ محل نظر ہے (جیسا کہ یوم معین عاشورے کے روزے سے ظاہر ہے) فرماتے ہیں کہ یہ اصل عمل میلاد سے متعلق بحث تھی' لیکن اس کے اندر جو عمل ہوتا ہے اس میں ان اُمور کی حد تک اختصار ہونا چاہئے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر مفہوم ہوتا ہو' جیسے تلاوت' کھانا کھلانا' خیرات اور کچھ ایسے مدائح نبویہ و زہدیہ کا پڑھنا جو کار خیر اور عمل آخرت کی طرف قلوب میں تحریک پیدا کرے۔ رہ جاتا ہے سماع اور لہو وغیرہ جیسی چیزیں تو اس تعلق سے یہ کہنا چاہئے کہ

ان میں جو چیزیں مباح ہیں اور ایسی کہ اس دن کے سرور میں کمی پیدا نہیں ہوتی ہو تو ان کا الحاق اس کے ساتھ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر حرام ہو یا مکروہ تو اُسے منع کر دیا جائے گا۔ اسی طرح جو چیزیں خلاف اولیٰ ہوں تو اُن سے بھی روکا جائے گا۔

حصول نعمت پر اظہار تشکر مستحب ہے

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں ایک اصل ثابت کی جو تخریج فرمائی ہے اس کو دیکھنے کے بعد میرے لئے بھی ایک دوسری اصل کی تخریج ظاہر ہوگئی ہے اور وہ محدث بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ہے جس کی سند انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک پہنچائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے اعلانِ نبوت کے بعد عقیقہ کیا باوجودیکہ روایتوں میں وارد ہے کہ آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے بہت پہلے پیدائش کے بعد ہی آپ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔

میلاد مبارک پر جو دُنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اظہار تشکر مستحب ہے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کو محمول کرنا ہوگا اس بات پر کہ آپ نے یہ کام اظہار شکر کے طور پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ العالمین بنایا اور آپ کی اُمت کو شرف عطا فرمایا' جیسا کہ آپ خود اپنے آپ پر درود بھی پڑھا کرتے تھے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح ہمارے لئے محبت میں آپ کی میلاد پر شکر کا اظہار مستحب ہے کہ سب جمع ہوں' کھانا کھلائیں اور بھی ایسے وجوہ قربات ہوں اور اظہار مسرت ! ۔ پھر میں نے امام القراء حافظ شمس الدین الجوزی کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی کتاب ''عرف التعرف بالمولد الشریف'' میں لکھا ہے کہ ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھا...... (یہ پوری روایت صحیح بخاری کے حوالہ سے گزر چکی ہے)۔

میلاد شریف کے دن تعطیل کا اہتمام

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کمال اذفری نے ''طالع السعد'' میں لکھا ہے کہ ہم سے ہمارے صاحب عدل ناصر الدین بن محمود بن العباد نے یہ حکایت بیان کی کہ ابو الطیب محمد بن ابراہیم السبتی المالکی بلدۂ قوص میں تھے' جو علماء عاملین میں سے تھے' میلاد النبی ﷺ کے دن وہ مکتب میں تھے اور کہہ رہے تھے: اے فقیہ! یہ یوم سرور ہے' بچوں کو واپس گھروں کو بھیج دیجئے تو وہ ہم کو واپس کر دینے لگے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی دلیل ہے اس کی تقریر اور عدم انکار پر' اور یہ شخص فقیہ مالکی تھا' علوم میں ماہر و تجربہ کار تھا اور زاہد متقی' ابن حبان وغیرہ نے ان سے روایتیں لی ہیں اور ۶۹۵ھ میں انہوں نے وفات پائی ہے۔

یوم میلاد منانا بدعت ضلالہ ہرگز نہیں

آخرت و جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جس طرح دیدارِ الٰہی کی ہے اسی طرح دُنیا کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایک مؤمن کے حق میں یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے آقائے تاجدار ﷺ کے غلاموں میں اُسے پیدا کیا اور حلقہ بگوشِ اسلام بنایا' اس نعمت غیر مترقبہ کے شکرانے میں اتباعِ سنت کی نیت سے ہر ہفتہ بروز دوشنبہ روزہ اگر نہ بھی رکھے تو کم از کم سال میں ایک بار تاریخ میلاد مبارک پر اگر عبادت کی جائے خواہ عبادت بدنی ہو یا مالی' جیسے نماز روزہ' ختم قرآن' خیر خیرات اور اہتمام طعام وغیرہ تو کیا یہ تمام طاعات سنت کی اتباع میں متصور ہوں گی یا بدعت قرار دی جائیں گی؟ تھوڑی دیر کے لئے اگر اسے بدعت مان بھی لیا جائے تو ہر بدعت اور نئی بات مردود نہیں اور نہ بدعت سیئہ ہے۔

اقسام بدعات

امام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب القواعد" کے اخیر میں بدعات کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں......

ا:)......بعض بدعات حرام ہیں' جیسے مذاہب قدریہ' جبریہ' مرجیہ ومجسمہ (لیکن ان مذاہب وعقائد باطلہ کی تردید بدعت واجبہ بتلائی گئی ہے کیونکہ ان بدعات سے شرع شریف کی حفاظت فرض کفایہ ہے)۔

۲:)......بعض بدعات مندوب ومستحب ہیں' رباطوں کا بنانا اور مدارس کا قیام اور ہر وہ نیک کام جو عصر اول میں نہیں پایا جاتا جیسے دقائق تصوف میں کلام کرنا (تراویح کو بھی بدعت مندوبہ میں شمار کیا گیا ہے' چنانچہ اس تعلق سے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" ﴿مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان دوسری فصل﴾

ترجمہ:۔"یہ کتنی اچھی بدعت ہے!"

۳:)......بعض بدعات مکروہ ہیں' جیسے مساجد کا نقش ونگار اور مصاحب کی آرائش وزیبائش۔

۴:)......بعض بدعات مباح ہیں' جیسے فجر وعصر کے بعد کا مصافحہ اور کھانے پینے کے لئے لذیذ چیزوں کا اہتمام کرنا۔

۵:)......بعض بدعات واجب ہیں' جیسے عربی گریمر سیکھنا اور اعراب قرآن۔

قرآن میں بدعت رہبانیت کا بیان بلا کسی انکار کے

قرآن کریم نے "رَهْبَانِيَّةً" یعنی ترکِ دُنیا وعزلت نشینی وغیرہ کی تعبیر ضرور لفظ بدعت کے ساتھ کی ہے مگر اس کی تردید نہیں فرمائی بلکہ تعریف وتوصیف فرمائی ہے کہ اس میں مولیٰ تعالیٰ کی رضا جوئی مضمر تھی' البتہ شکایت اس حد تک ضرور ہوئی ہے کہ

انھوں نے اُسے نباہا نہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا"

﴿پ ۲۷' سورۂ حدید' آیت ۲۷﴾

"ہم نے پیروانِ عیسیٰ بن مریم کے دلوں میں نرمی' رحمت اور وہ رہبانیت ڈالی جس کو انھوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالا' ہم نے اُن پر فرض نہیں کی تھی" ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں پیدا کی پھر اُسے نہیں نباہا' جیسے نباہنے کا حق تھا۔

جمع قرآن تحریک اور اس میں پس و پیش کی وجہ

قرآن کریم عہدِ رسالت میں تو جمع نہیں ہوا تھا کہ وہ بدعت نہ ہو' عہدِ صدیقی میں اسی (۸۰) حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم جب جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تو حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تحریک پر خلیفۂ اوّل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے تو انکار ہی کیا کرتے رہے اور یہ فرماتے کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو میں نہیں کرتا؟ گویا اسے بدعت سمجھ رہے تھے' حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا اصرار بڑھتا گیا تا آنکہ خلیفۂ رسول نے فرما دیا کہ میرا سینہ اس چیز کے لئے کھل گیا جس کے لئے عمر کو شرح صدر ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ نے جمع قرآن کا حکم دیا اور انتظام فرما دیا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا' اس طرح سب کا اجماع ہو گیا۔

آپ ﷺ کے ظاہر وصال مبارک کے بعد یہی وہ پہلی بدعت تھی جو اس طرح ظہور میں آئی' بدعاتِ واجبہ میں اس کا شمار ہے جو عین ہدایت و صواب ہے۔ بدعت ضلالہ' بدعت مذمومہ کا یہاں اطلاق کفر کا ہو گا۔

بدعت کی تعریف اور اس کا حکم حدیث کی روشنی میں

پہلے ہم کو بدعت کے شرعی معنی متعین کرنے کی ضرورت ہے حدیث شریف میں "بدعت" کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ "دین کے اندر کوئی ایسی نئی بات نکالی جائے جو از قسمِ دین نہ ہو" یعنی کتاب وسنت میں اس کی سند نہ ظاہر ہو نہ خفی نہ ملفوظ ہو نہ مستنبط اور بدعت کا حکم یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ مردود ہے اور نا قابل قبول ارشاد مبارک ہے......

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

﴿مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام ص ۲۷ بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم متفق علیہ﴾

سنت کے اصلی معنی

یوم میلاد منانا اول تو نئی بات نہیں، پھر جب کہ وہ از قسمِ دین ہے تو اس پر بدعت کا اطلاق کیسے صحیح ہو سکے گا لہٰذا یا تو اسے بجائے بدعت کے سنت ہی کہئے اور اگر سنت نبوی ماننے میں تامل ہو تو کم از کم کسی بھی شخص کا ڈالا ہوا ایک اچھا طریقہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا جس کی تعبیر زبانِ نبوت نے "سنت" ہی کے ساتھ کی ہے نہ کہ بدعت کے ساتھ، اور اس کی جزاء بھی اتنی زائد بتلائی ہے کہ اسے خود اس کے اس عمل کا اجر ملے گا اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ قیامت تک اُس کے اس طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے ان سب کا اجر بھی اُسے ملتا رہے گا......

"مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ" ﴿مشکوٰۃ شریف کتاب العلم پہلی فصل ص ۳۳ بحوالہ صحیح مسلم﴾

کسی چیز کے حسن وقبح کا معیار

باایں ہمہ اگر اسے ''سنت'' کہنے میں تامل ابھی باقی ہے اور بدعت کہنے پر اصرار تو پھر ''بدعت حسنہ'' یعنی اچھی بدعت کہنے سے کیوں گریز ہے؟ کسی چیز کے اچھے ہونے کا معیار تو صرف اس قدر ہے کہ مسلمان اس کو اچھا سمجھیں ''مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ'': جس کسی چیز کو مسلمان اچھی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔ ﴿مرقاۃ۔ باب الاعتصام﴾

بدعت ضلالہ کی وضاحت حدیث کی روشنی میں

بناء بریں بدعت حسنہ ہونے مقبول و مطلوب ہوگی' اور جو بدعت سیئہ (بری بدعت) ہوگی وہ مردود ہوگی' اور اس کی تعبیر بدعت ضلالہ سے بھی کی گئی ہے' حدیث شریف میں بطور صفت اس کی توضیح اس طرح کی گئی ہے''لَا یَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ'' یعنی بدعت ضلالہ ایسی کہ نہ اللہ اس سے خوش ہو اور نہ اس کے رسول اس سے راضی۔

﴿مشکوٰۃ باب الاعتصام ص ۳۰ بحوالہ جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ﴾

اُمت محمدی کا ضلالت پر جمع نہ ہونا' اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہونا

ضلالت و گمراہی کے تعلق سے یہ پیشین گوئی بھی ملتی ہے:''اِنَّ اللّٰهَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَی الضَّلَالَةِ وَیَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ'' میری اُمت کو یا فرمایا: اُمت محمد کو اللہ تعالیٰ ضلالت و گمراہی پر جمع نہ کرے گا' اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ ﴿مشکوٰۃ باب الاعتصام دوسری فصل ص ۳۰ بحوالہ جامع ترمذی﴾

قرآن کریم میں ہے:''وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا''۔

﴿پ ۵ سورۂ نساء آیت ۱۱۵﴾

''اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور

مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی"۔

اجماعِ اُمت کی بحث

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت شریفہ کی بناء پر "اجماعِ اُمت" ایک مستقل اصلِ دین اور دلیلِ شرعی قرار دیا گیا ہے ائمہ اہل سنت کے پاس صرف کتاب وسنت میں کوئی حکم نہ ملے تو اجماعِ اُمت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا' اور اس کو اتنی بڑی اہمیت حاصل ہے کہ صحابہ کرام کا اجماع اگر ہے تو اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے' اور صحابہ کرام کا اجماع کتاب اللہ کی آیت کے مرتبہ میں ہے' لیکن اگر بعض صحابہ سکوت اختیار کیے ہوں اور بعض سے حکم منصوص ہو تو یہ اجماع خبر متواتر کے درجہ میں ہے اور اس کا انکار بھی کفر ہوگا' اور صحابہ کرام کے بعد کے بزرگوں کا اجماع ہو تو اس کی حیثیت خبر مشہور کی ہوگی جس سے علم یقینی تو حاصل نہ ہو سکے گا مگر اطمینان بہر حال حاصل ہو جائے گا۔ ادنیٰ مرتبہ میں متاخرین کا اجماع ہے پھر وہ بھی صحیح خبر واحد کے درجہ میں ہے' تاہم اسے اس قیاس پر تقدم وفوقیت حاصل رہے گی جو اصولِ دین میں سے اصل چہارم ہے (یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اجماع میں عوام کے قول کا اعتبار نہیں' اہل الرائے علمائے زمانہ ہے اتفاق کو اہل سنت ہوں اجماع کہتے ہیں) اجماع کی بحث بدعت ضلالہ کے سلسلہ میں ضمناً آ گئی' دراصل سنت نبوی کی وضاحت کرنی تھی' تقابلی مطالعہ کے طور پر سنت کی ضد بدعت کی بھی مزید وضاحت کر دی گئی کہ یوم میلاد منانے کا شرعی حکم معلوم ہو سکے کہ وہ بدعت ہے یا سنت۔

قرآن ایک قانون و دستور ہے اور امر کلی

بن باز کا کہنا ہے کہ خدا نے کسی کے یوم پیدائش منانے کا حکم نہیں دیا ہے

چار اصول دین و دلائل شرعیہ میں (جو ائمہ مجتہدین کے پاس مسائل کے پیچھے ہوتے ہیں اور انہی پر ان کا اجتہاد مبنی ہوا کرتا ہے) اصل اول کتاب اللہ ہے' سنت کو ثانوی درجہ حاصل ہے اور اجماع تیسرے درجہ میں آتا ہے' چوتھے مرتبہ میں قیاس ہے جو کتاب وسنت اور اجماع پر علی الترتیب ہوتا ہے اس طرح قیاس کوئی مستقل اصل نہیں۔

بن باز نے لکھا ہے کہ "خدا نے ہم پر کسی اور شخص کے یوم پیدائش کی تقاریب منانے کا حکم نہیں دیا ہے" دعویٰ بھی تو اس کا کسی نے نہیں کیا ہے کہ اس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر حکم دیا ہوتا تو پھر ان تقاریب کا منانا فرض ہو جاتا جس کا کوئی قائل نہیں' منانے کا اگر حکم نہیں دیا ہے تو نہ منانے کا حکم کب دیا ہے؟ یہ سب عشق ومحبت اور حسن عقیدت کے تقاضے ہیں۔ قرآن ایک مکمل قانون اور دستور ہے جس میں قواعد کی سی تفصیلات وجزئیات نہیں ملتیں' بہت سارے فرائض ایسے بھی ملیں گے جن کا قرآن میں کوئی تذکرہ نہیں' جیسے ظہر وعصر' مغرب وعشاء اور فجر کی نمازیں' پھر ان کی رکعات کی تعداد۔ کیا قرآن میں اللہ کا حکم نہ ملنے سے ان کی فرضیت قابل تسلیم نہ ہوگی؟ جب فرائض وضروریات دین کا قرآن میں صراحتاً کوئی ذکر نہیں ہے تو مندوبات ومستحبات اور مباحات کو کہاں سے لایا جائے؟ قرآن میں صرف حرام چیزوں کی فہرست دی گئی ہے کہ مردار' خون اور سور کا گوشت وغیرہ تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ" (پ ۶' سورۃ المائدہ' آیت ۳) اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے سوا تمام چیزیں حلال ہیں' حلال چیزیں بہت زائد ہیں' اس لئے ان کی تفصیل نہیں بیان کی جاتی' اسی لئے علمائے کرام کے پاس یہ امر مسلم ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور ہر چیز جائز ہے تاوقتیکہ اس سے منع نہ کر دیا جائے' ایسی صورت میں یوم میلاد کی ممانعت ثابت کرنے کی ذمہ داری مخالف پر عائد ہوگی۔

عجیب وغریب منطق

سنت وبدعت کے ثبوت کی تلاش حدیث کی بجائے قرآن میں

یہ دعویٰ بھی عجیب وغریب منطق ہے کہ "قرآن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میلادالنبی ﷺ کی تقاریب کا انعقاد بدعت ہے"۔ بدعت کا ثبوت تو سنت کی روشنی میں ہوگا نہ کہ قرآن کی روشنی میں، بدعت وسنت کی بحث پوری تفصیل کے ساتھ گزرچکی ہے کہ بدعت وسنت آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، سنت واحادیث شریفہ سے اس کا ثبوت نہ ملنا بدعت ہونے کی دلیل ہوگی، قرآن میں سنت یا احادیث زیر بحث کیسے آسکیں گے؟ پھر سنت کی ضد بدعت کے تذکرے کا بھی قرآن کے اندر کیا موقع ہے!......

"فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا" ﴿سورۂ نساء، آیت ۷۸﴾

ترجمہ:۔ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کسی حدیث کی قدر رکھتے، یعنی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

اصول دین میں پہلا نمبر کتاب اللہ کا ہے، یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ہر حکم کتاب اللہ کی عبارۃ النص یا دلالۃ النص ہی سے ثابت ہو، بہت سارے احکام شرعیہ اشارۃ النص یا اقتضاء النص سے بھی ثابت ہوتے ہیں، اسی لئے مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے......

"وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ"

﴿پ ۵ سورۂ نساء، آیت ۸۳﴾

ترجمہ:۔ اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کرلیتے۔

قرآن کریم سے استنباط احکام ومسائل ائمہ مجتہدین اور علمائے محققین کا کام

ہے۔ غور کرنے پر بہت ہی آیتوں سے اشارۃُ النص اور اقتضاءُ النص کے طور پر عید میلادُ النبی ﷺ کا ثبوت مل جائے گا۔



"آیاتِ قرآنی"

حضور کے وسیلہ سے فتح و نصرت کا طلب کیا جانا

صدیوں سے نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کے ڈنکے بج رہے تھے۔ بڑے بڑے انبیاء کرام نے بشارتیں دیں، سماوی پیشین گوئیاں پائی گئیں، صدیوں سے زمین و آسمان میں غلغلے مچے ہوئے تھے ابھی دُنیا میں آپ ﷺ کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا کہ اہل کتاب آپ ﷺ کا وسیلہ لے کر فتح و نصرت کی دُعائیں کیا کرتے تھے اور اس واسطہ سے وہ دُعائیں قبول بھی ہو جایا کرتی تھیں، جس کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

"وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ" ﴿پ ۱ سورۂ بقرہ، آیت ۸۹﴾

ترجمہ:۔ اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے ان کے پاس آیا وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

حضور اکرم ﷺ دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے دوسری اُمتوں کے واسطے

قضائے حوائج وفتح ونصرت کے لئے جب وسیلہ اور ملجا و ماوٰی تھے تو کیا اپنی اُمت کے لئے جو ایمان وعرفان پر فائز ہیں وسیلہ نہ بنیں گے خاص کر میلاد مبارک کے دن جو ایک یادگار دن ہے فتح ونصرت اور کامیابیوں کا!۔

حضرت یحییٰ وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم میلاد کی خصوصیات

اب کتاب اللہ کی اور دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں......

ا:)...... حضرت یحییٰ علیہ السلام کا یوم میلاد یوم وفات اور یوم البعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام یعنی سلامتی وامان ہے:

"وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا"

﴿پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۱۵﴾

ترجمہ:- اور یحییٰ پر سلام ہو اُن کے میلاد کے دن اور اُن کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

۲:)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ نومولود بچہ نے کہا:

"وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا"۔

﴿پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۳۳﴾

ترجمہ:- مجھ پر امن وسلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں وفات پاؤں گا اور جس روز مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔

اولیاء اللہ کے لئے بھی دُنیاوی مبشرات کا حاصل ہونا

اولیاء کرام میں جو بھی شخص ان کے بعد ان کے مقام کا وارث ہو اللہ تعالیٰ اس سے بطریق فیض والہام فرماتا ہے......

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَوْمَ وُلِدْتَّ وَیَوْمَ تَمُوْتُ وَیَوْمَ تُبْعَثُ حَیًّا اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ": تجھ پر سلام ہو جس دن تو پیدا ہوا اور جس دن تو مرے گا اور جس دن تو زندہ اٹھایا جائے گا خبردار اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور یہ بات دُنیوی مبشرات کے اقسام سے ہے جس کی طرف اس ارشاد باری میں اشارہ ہے......

"لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا" ﴿پ ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۶۴﴾

ترجمہ:- انہی کے لئے خوشخبری ہے دُنیاوی زندگی میں۔

سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کا مقام تو بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے ان کے یوم میلاد میں سلام نازل ہونے کے تعلق سے کیا کسی مسلمان کو کوئی شبہ آسکتا ہے!

بشریٰ یا بشارۃ اس خبر کو کہتے ہیں جو فرحت بخش اور مسرور کن ہو ایسی خوشخبری دینے والے کا نام مبشر ہے اس طرح "مُبَشِّرًا" کے معنی ہونگے خوشخبری دینے والا فرحت بخش خبر پہنچانے والا۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک اور پیشین گوئی منقول ہے......

"وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ"

﴿پ ۲۸ سورۂ صف آیت ۶﴾

ترجمہ:- اور ان رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے

سبحان اللہ! بچوں کے نام پیدائش کے ساتویں روز ماں باپ رکھتے ہیں ولادت پاک سے سات سو پچاس (۷۵۰) سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُن کا

نام "احمد" ہے معلوم ہوا کہ اُن کا نام کسی آدمی نے نہیں رکھا، رب تعالیٰ نے رکھا ہے، کب رکھا ہے؟ یہ تو رکھنے والا ہی جانے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے رسالتمآب ﷺ کے تعلق سے پیشین گوئی میں "یَاْتِیْ" کہہ کر آپ کے اتیان یعنی آمد آمد کی سینکڑوں برس پہلے تشہیر فرما دی، پھر اس تشہیر میں تبشیر کی یہ شان ظاہر ہو رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بحیثیت مبشر خود بھی خوش بخوش ہیں، کیسی صاف بشارت ہے، حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی اُمت کو حضور ﷺ کی ولادت کا کیسا منتظر بنایا اور شوق دلایا ہے! اور وہ سارے انبیاء اور اُمتیں بھی نبی آخر الزمان ﷺ کی تشریف آوری پر صدیوں خوشیاں مناتے رہے ہیں جن تک یہ بشارت وقتاً فوقتاً پہنچتی گئی ہے۔ افسوس کہ آج کا مسلمان ہم سے کہہ رہا ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشی منانا اور مسرتوں کا اظہار بدعت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی شان خود بیان فرمائی

خلقت و آفرینش آدم علیہ السلام سے بھی پہلے آپ ﷺ خاتم النبیین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے پاس خاتم النبیین اس وقت لکھا جا چکا ہوں جب کہ آدم علیہ السلام اپنے آب و گل یعنی خلقت و آفرینش میں پڑے ہوئے تھے (کہ ابھی تک نہ ان کی صورت گری ہوئی تھی اور نہ روح کا تعلق جسد سے قائم ہوا تھا)۔

دعاء ابراہیم، بشارت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ آمنہ کی رؤیا

ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِيْ دَعْوَةُ إِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى

فَرَاَتْ اُمِّی الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا مِنْهُ نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

﴿مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۳ بحوالہ شرح السنہ بروایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ و بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل بروایت ابو امامہ رضی اللہ عنہ﴾

اور تمہیں اب میں بتلاتا ہوں اپنی شان کا آغاز میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ محترمہ کا وہ رؤیا جو میری ولادت کے وقت انہوں نے دیکھا تھا کہ ان سے ایک نور چمکا جس سے اُن کو شام کے محلات نظر آئے۔

"دَعْوَةُ اِبْرَاهِیْمَ" سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس وقت کی دعاء ہے جب کہ آپ اور آپ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے اور التجاء کر رہے تھے......

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ" ﴿پ ۱ سورۃ بقرۃ آیت ۱۲۹﴾

ترجمہ:- اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے۔

"بِشَارَةُ عِیْسٰی" قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک اور پیشین گوئی منقول ہے......

"وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ"

﴿پ ۲۸ سورۃ صف آیت ۶﴾

ترجمہ:- اوران رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے

اس حدیث شریف کے آخری جزء "فَرَاَتْ اُمِّی الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ

وَضَعَتنِی" کے تعلق سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "لمعات شرح مشکوٰۃ" میں تحریر فرمایا ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے خواب میں ایک ایسا نور چمکا جس سے شام کے محل اُن کو نظر آئے' مگر حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخبار آثار میں یہ روایات آئی ہیں کہ یہ رؤیا (دیکھنا) خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں ہوا' اور خواب جو دیکھا تھا وہ یہ تھا کہ ایک آنے والا اُن کے پاس آیا اور کہا: کیا تم جانتی ہو کہ اس اُمت کے سردار اور اس کے نبی کے حمل سے تم حاملہ ہو گئی ہو۔ آخر میں شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں رؤیا کو رؤیۃ بالعین یعنی اپنی آنکھوں دیکھے حال پر محمول کرنا ہوگا' ورنہ عام طور سے رؤیا کے معنی خواب کے ہوتے ہیں اور آنکھوں سے کسی چیز کے دیکھنے کو بھی رؤیا کہا جاتا ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے تو یہ نور ظاہر ہوا تھا اگر آپ پر اس نور کی بدولت بیداری میں برائ العین تمام عالم منور ہو گیا ہو اور شام کے محل بھی انہیں نظر آنے لگے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں' یہ نور تو وہی نور تھا جس کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....

"اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَكُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ"

ترجمہ:۔میں اللہ کے نور سے بنا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوئی۔

یہی وہ مقدس نور کہ جب آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا تو اُن کو مسجودِ ملائکہ بنا دیا۔

والدہ عثمان اور شفاء رضی اللہ عنہما کا انکشاف

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ جو میلاد شریف کی رات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھیں' بیان کرتی ہیں کہ قبل ولادت شریف گھر میں

جدھر میں نظر ڈالتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا اور اُس وقت ستاروں کی یہ کیفیت محسوس ہوتی تھی کہ گویا وہ اس مکان پر ٹوٹ پڑ رہے ہیں۔ شفاء رضی اللہ عنہا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ اس نور سے مجھے اس قدر انکشاف ہوا کہ مشرق و مغرب تک میری نظر پہنچ گئی اور رُوم کے مکانات میں نے دیکھے۔

﴿المواہب اللدنیہ ☆ شفاء قاضی عیاض ☆ خصائص کبریٰ﴾

عامر یمنی اور اُن کی بیوی کا مشاہدہ

اوروں نے بھی میلادِ مبارک کے وقت دیکھا ہے کہ یہ نور تمام آفاق کو چھا گیا ہے چنانچہ عامر نے یمن میں ایسا ہی دیکھا' ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب یمن کی سرزمین تک ظہورِ نور کے اثرات پہنچے تو عامر کو بت پرستی کے بعد اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی' حضور ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور آپ کے عشق و محبت میں کرامت کی موت پائی' اُن کا قصہ عقل و فہم کو متحیر کر دینے والا ہے' ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ عامر کے پاس ایک بت تھا اور اُس کی ایک لڑکی تھی جو قولنج (دردِ شکم) اور جذام میں مبتلا تھی' وہ اپاہج ہو گئی تھی' اُٹھنے اور کھڑے ہونے کی بھی اُس میں طاقت نہ تھی' عامر کا طریقہ یہ تھا کہ بت کو کھڑا کر دیتا اور اپنی بیٹی کو اُس کے سامنے ڈال دیتا اور کہتا: یہ میری بیمار بیٹی ہے' آپ اس کی دوا کیجئے اور اگر آپ کے پاس شفاء ہو تو اسے اس کی بلاء سے شفاء دیجئے۔ سالہا سال تک وہ اسی طریقہ پر قائم رہا اور اس بت سے اپنی حاجت طلب کرتا رہا' مگر اس بت نے عامر کی ضرورت پوری نہ کی۔

تمام آفاق پر نور چھا گیا

اس کے بعد جب عنایات کی ہوائیں توفیق و ہدایات کے ساتھ چلنے لگیں تو عامر نے اپنی بی بی سے کہا: ہم کب تک اس بہرے گونگے پتھر کی عبادت کرتے رہیں گے جو نہ ہلتا ہے اور نہ کلام کرتا ہے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ہم سیدھے دین پر ہیں اُس کی بی بی نے اُس سے کہا: ہم کو کسی راستہ پر لے چلو ہو سکتا ہے کہ ہم کوئی دلیل حق کی طرف دیکھ لیں یہ تو ضروری ہے کہ ان مشارق و مغارب کا ایک ہی خدا ہو' جو خالق ہو' راوی نے کہا: اس اثناء میں کہ وہ دونوں اپنے گھر کی چھت پر تھے یکا یک دونوں نے ایک ایسے نور کا مشاہدہ کیا جو آفاق پر چھا گیا ہے اور ضیاء و اشراق سے وجود کو بھر دیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی نظروں سے اُن کی ظلمت و تاریکی کے بعد پردہ ہٹا دیا تا کہ غفلت کی نیند سے جاگ اٹھیں' اس کے بعد انہوں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ صفیں باندھے ہوئے ہیں اور بیت اللہ شریف کو گھیرے ہوئے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھا کہ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں' زمین مردہ ہو گئی ہے' نہ اس کی سرسبزی باقی ہے نہ شادابی' درخت جھک گئے ہیں اور فرشتیں دسرتیں درجہ کمال کو پہنچ گئی ہیں اور ایک منادی نداء کر رہا ہے کہ نبی ہادی ﷺ پیدا ہو گئے' پھر اس بت پر نظر ڈالی تو دونوں نے اُسے الٹا دیکھا' ذلت اُس پر چھا گئی ہے اور پورا پورا اُس کو پلٹا دیا گیا ہے' عامر نے اپنی بی بی سے کہا: کیا خبر ہے؟ اُس نے کہا: بت کو دیکھو' اس کو کہتے ہوئے دونوں نے سنا: بڑی خبر ظاہر ہو گئی ہے اور جس نے وجود کو شرف و فخر عطا کیا ہے اُس کی ولادت ہو گئی ہے اور نبی منتظر ہیں' جن سے شجر و حجر خطاب کریں گے اور چاند اُن کے لئے شق ہو جائے گا اور وہ ربیعہ و مضر کے سردار ہیں۔ عامر نے اپنی بی بی سے کہا: کیا تم وہ سب باتیں سن رہی ہو جو یہ پتھر کہہ رہا ہے؟ اُس نے کہا اس سے پوچھو کہ اُس مولود (نوزائیدہ بچہ) کا نام کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے وجود کو منور کیا ہے اور اس سے آباء

واجداد کو مشرف فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: اے ہاتف مورود (وارد کیے ہوئے ہاتف غیبی) جو اس سخت پتھر کی زبان پر کلام کرنے والا ہے جس نے آج بات کی ہے اُس مولود کا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا: محمد مصطفیٰ ﷺ ابن زم زم والصفا ہے اُن کی سرزمین تہامہ ہے اُن کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جب وہ چلیں گے تو ابر اُن پر سایہ فگن ہوگا۔

نورِ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے اپاہج لڑکی تندرست ہوگئی

پھر عامر نے اپنی بی بی سے کہا: ہمارے ساتھ اُن کی تلاش میں نکلو تاکہ اُن کے ذریعہ حق کا راستہ پاسکیں۔ اس کی بیمار بیٹی جو گھر کے نچلے حصہ میں پڑی ہوئی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھت کے اُوپر کھڑی ہے۔ باپ نے کہا: میری بیٹی! تمہارا دکھ درد جس کو تم پاتے تھے کہاں چلا گیا؟ اور تمہاری رات بھر کی بیداری جس میں ہمیشہ تم مبتلا رہا کرتی تھیں کیا ہوگئی؟ اس نے کہا: میرے ابا! میں سو رہی تھی اور خواب دیکھ رہی تھی، یک بیک کیا دیکھتی ہوں کہ ایک نور میرے سامنے ہے اور ایک شخص میرے پاس آیا ہے میں نے کہا: یہ نور کیا ہے جس کی روشنی مجھ پر چمکی ہے؟ کہا گیا کہ یہ نور ولد عدنان کا ہے جس سے کائنات وموجودات معطر ہوگئے ہیں۔ میں نے کہا: اُن کے اسم معظم سے مجھے باخبر کیجئے' تو اس نے کہا: اُن کا نام احمد ومحمد ہے' عاجز پر رحم فرمائیں گے اور قصوروار کو معافی دیں گے۔ میں نے کہا: اُن کا دین کیا ہے؟ کہا حنفی ربانی ہے۔ میں نے کہا: اُن کا نسب کیا ہے؟ کہا: قریشی عدنانی ہے۔ میں نے کہا: وہ کس کی عبادت کریں گے؟ کہا مہیمن (محافظ) حمدانی کی۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ کہا: اُن فرشتوں میں سے ایک ہوں جو آپ کے جمالِ نورانی سے مشرف ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ اس دکھ درد کو نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں میں مبتلا ہوں! کہا: ان کا وسیلہ لو کیونکہ اُن کے رب قدیم وقریب نے فرمایا ہے: میں نے اپنا سر اور برہان ان کے اندر رکھ دیا

ہے جو کوئی مجھ سے دُعاء کرے آپ کے واسطے سے میں اُس کی مصیبت کو دُور کر دوں گا اور قیامت کے دن ہر اس شخص کے بارے میں آپ کی شفاعت کو قبول کروں گا جس نے نافرمانی کی ہوگی۔

اُس کے بعد میں نے اپنے ہاتھ اور انگلیاں دراز کیں اور خلوص دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر اور تمام اعضاء پر پھیرے اس کے بعد نیند سے جب بیدار ہوئی تو جیسے آپ مجھے دیکھ رہے ہیں تو ی ہوں اور صحیح و تندرُست ہوں۔

عامر کا مکہ پہنچ کر دیدار سے مشرف ہونا

عامر نے اپنی بی بی سے کہا: اس مولود کا کوئی راز اور برہان ہے' ہم نے اس کی آیات (نشانیوں) سے عجائبات دیکھے ہیں' ضرور میں اُس کی محبت میں وادیوں اور ٹیلوں کو طے کر ڈالوں گا۔ عامر پوری تیاری کے ساتھ مکہ کے ارادہ سے چلے' وہاں پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کی والدۂ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا پتہ پوچھا' دروازہ کھٹکھٹایا اور اُن سے کہا: ہم کو اس مولود کا جمال دکھایئے جس سے اللہ تعالیٰ نے وجود کو منور کر دیا اور آباء و اجداد کو مشرف فرما دیا ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں تمہارے سامنے اسے باہر نہیں لا سکتی کیونکہ میں اس پر یہود سے خوف زدہ ہوں۔ عامر نے عرض کی: ہم نے اس کی محبت میں اپنے وطن کو چھوڑا ہے اور اپنے دین اور ادیان کو اس لئے ترک کر دیا ہے کہ اس حبیب پاک ﷺ کے جمال کو دیکھ لیں جس کا قصد کرنے والا محروم نہیں ہوتا۔ فرمائیں: اگر تمہارے لئے اس کی دید اتنی ضروری ہے تو ٹھہرو اور تھوڑی دیر صبر کرو' جلدی نہ کرنا۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے سامنے سے ہٹ گئیں اور اُن سے کہا: اندر آیئے' سب اس گھر میں داخل ہو گئے جس میں نبی مکرم رسول معظم ﷺ تھے' جب انہوں نے حبیب پاک کے انوار کا دیدار کیا تو حواس باختہ ہو گئے اور تہلیل و تکبیر شروع کر دی' پھر

آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا تو آپ کی روشنی کا نور آسمان تک چمک اُٹھا اور آپ کے چہرے کے نور سے ایک عمود (منارۂ نور) طلوع ہوا جو آسمان تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد وہ آپ ﷺ کی محبت میں چیخ وپکار کرنے لگے' قریب تھا کہ دم اکھڑ جاتا' پھر آپ کے قدم چومے اور آپ پر گر پڑے' آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام لائے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے کہا: جلد باہر نکل جاؤ کیوں کہ ان کے دادا عبدالمطلب نے یہ امانت میرے سپرد کی ہے کہ لوگوں کی نظروں سے میں اِسے چھپاؤں اور اس کے حال کو پوشیدہ رکھوں۔ اس کے بعد وہ لوگ حبیب اکرم ﷺ کے پاس سے نکل گئے مگر اُن کے دلوں میں آتش عشق کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

عامر کا حضور ﷺ کے قدموں پر گر کر قربان ہو جانا

پھر عامر نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا' عقل وہوش جا چکے تھے' پھر چیخا اور کہا: مجھے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر دوبارہ لے چلو اور اُن سے درخواست کرو کہ دوسری مرتبہ وہ مجھے آپ کے جمال کا دیدار کرائیں' اس کے بعد آمنہ کے گھر کو واپس گئے' جب اندر گئے تو دیکھتے ہی آپ کی طرف لپکے اور قدموں پر گر پڑے' پھر عامر نے ایک چیخ ماری اور اُسی وقت وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی روح کو جلد جنت میں بھیج دیا۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پورا قصہ بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے: واللہ یہ ہیں احوال محبین وعاشقین کے!! اور واللہ یہ ہیں صفات صادقین کے!

یہودی کا آپ کے دیکھنے کے بعد بیہوش ہو کر گر پڑنا

بعض اشقیاء ایسے بھی ہوئے ہیں جن کو میلاد مبارک کے باعث بڑا صدمہ پہنچا حالانکہ علامات دیکھ لینے کے بعد پوری معرفت انہیں حاصل ہو چکی تھی مگر تعصب اس کا تھا کہ بنی اسرائیل سے نبوت اب نکل گئی۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اُم المومنین حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا' جب وہ رات آئی جس میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی تو اُس نے پوچھا: اے گروہِ قریش! کیا تمہارے پاس آج کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم کو نہیں معلوم۔ اس نے کہا: دیکھو اس رات اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے' جس کے دو شانوں کے درمیان ایک علامت ہے۔ یہ وہاں سے پلٹے اور دریافت کیا تو اُن سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے' اس کے بعد وہ یہودی اُن کے ساتھ آپ کی والدہ کے گھر گیا' بچہ کو اُس کے پاس باہر لائے' یہودی نے جب وہ علامت دیکھیں تو بیہوش ہو کر گر پڑا' اس کے بعد جب ہوش آیا تو اُس نے کہا: بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی! اے گروہِ قریش! آگاہ ہو جاؤ! بخدا وہ تم پر ایسا غلبہ پائے گا کہ مشرق سے مغرب تک اس کی شہرت ہو جائے گی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جبہ مبارک سے خون ٹپکنا

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "النعمۃ الکبریٰ علی العالم" میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تو احبار و علمائے یہود میں کوئی حبر ایسا باقی نہ رہا تھا جس کو آپ کی میلاد مبارک کا علم نہ ہوا ہو' وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس اُون کا ایک جبہ تھا جو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون میں رنگا ہوا تھا اور اُن کے پاس کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ اس جبہ سے جب خون ٹپکے گا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور اُس لڑکے کے سبب ان کے ادیان معطل و بیکار ہو جائیں گے۔ اس جبہ سے جب خون ٹپکنے لگا تو آپ کی میلاد مبارک کا سب کو علم ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کے خلاف سازش کا ارادہ کیا اور بلاد و امصار میں اطلاعیں بھیج دیں۔

زمانہ حمل اور اس سے پہلے کے واقعات

میلادِ مبارک کے مختصر واقعات تو بیان کیے جا چکے ہیں' زمانہ حمل اور اس کے پہلے کے اہم واقعات بھی میلادِ مبارک کی تمہید کے طور پر تبرکاً یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے: نورِ محمدی ﷺ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ و آمنہ علیہما السلام تک مومنین و عابدین کے اصلاب و ارحام سے منتقل ہوتے ہوئے چلے آیا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

''وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ''۔ ﴿پ ۱۹' سورۃ شعراء' آیت ۲۱۹﴾

ترجمہ:-

اس طرح آپ کے تمام آباء و اجداد آدم علیہ السلام تک سب مومن ہیں۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب

جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اصلابِ طاہرہ اور ارحامِ فاخرہ سے منتقل ہوتے ہوئے چلے آیا ہوں۔ حسن بن احمد البکری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو منتقل کرنے کا جب ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کے دل میں شادی کی تحریک پیدا کی' انہوں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک ایسی لڑکی سے پیام طے کیجیے جو حسن و جمال' قد و اعتدال' رونق و کمال اور اونچے حسب و نسب کی ہو' والدہ نے کہا: حُبًّا وَّكَرَامَةً يَا وَلَدِيْ! میرے بیٹے بصد احترام! پھر وہ قریش کے قبیلوں میں گھومنے لگیں اور عرب کی لڑکیوں میں پھرتی رہیں' مگر حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے سوا آپ کو کوئی لڑکی پسند نہیں آئی' عرض کیا: میری اماں! انہیں دوبارہ دیکھ لیجیے'' اس کے بعد پھر وہ جا کر دیکھیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ ایسی

روشن ہیں جیسے چمکدار تارہ۔ رشتہ طے ہونے کے بعد شادی کے موقعہ پر ایک اوقیہ چاندی اور ایک اوقیہ سونا مہر میں نقد اداء کر دیئے' و نیز سو اونٹ' سو گائے اور سو بکریاں دے دیں۔ لکھا ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شادی میں کثیر جانور ذبح کئے گئے تھے اور بہت زائد طعام تیار کیا گیا تھا۔

مکہ کی عورتوں کا حسد

مکہ کی بے شمار عورتیں نور مصطفیٰ ﷺ کو حاصل کرنے کی خواہش مند تھیں' اُن میں سے سو۰۰ ا عورتیں اسی حسرت و تاسف میں مر گئیں کہ عبداللہ کا حسن و جمال اُن سے چھوٹ گیا' اور عبداللہ آمنہ کی محبت میں گزر بسر کرتے رہے' اور نور اُن کی پیشانی میں چمکتے رہتا تھا۔

استقرار حمل کی زمین آسمان میں ندائیں

شب زفاف یکم رجب اور جمعہ کی رات تھی' اللہ تعالیٰ نے خازن جنات رضوان کو اس رات حکم دیا کہ وہ فردوس کو کھول دے' اور ایک منادی نے آسمانوں اور زمین میں نداء کی: آگاہ ہو جاؤ کہ وہ نور مکنون (پوشیدہ نور) اور سر مخزون (اندوختہ راز) جس سے نبی ہادی برآمد ہو گا وہ اس کی ماں کے پیٹ میں اس رات قرار پا رہا ہے' جس کے اندر اس کی خلقت کا کمال اتمام کو پہنچے گا اور وہ ''بشیر و نذیر'' بن کر لوگوں کی طرف باہر نکلے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے' فرمایا: آمنہ کے حمل میں رسول اللہ ﷺ آ جانے پر دلالت کرنے والی یہ باتیں تھیں: قریش کے ہر چوپایہ نے اس رات بات کی اور کہا: ربّ کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ حمل میں آ گئے ہیں اور وہ اہل دُنیا کے امام اور ان کے چراغ ہیں۔ شاہانِ عرب و عجم میں سے کسی بادشاہ کا تخت باقی نہ رہا

تھا مگر یہ کہ وہ اوندھا ہو گیا تھا۔ مشرق کے وحشی جانور مغرب کے وحشی جانوروں کی طرف بشارتیں لے کر بھاگے' اسی طرح سمندروں کے رہنے والے بعض بعض کو خوشخبری سنا رہے تھے۔ حمل کے ہر مہینہ میں زمین میں ایک ندا ہوا کرتی اور آسمان میں ایک نداء: خوشیاں مناؤ' میمنت و برکت والے ابو القاسم محمد مصطفیٰ ﷺ کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔

ابلیس کا واویلا

ابلیس بھاگتے ہوئے چلے آیا یہاں تک کہ کوہ ابو قبیس پر آ پہنچا' ایک چیخ ماری اور اڑلایا (یعنی اُونچی آواز سے واویلا کرنے لگا)' شیاطین ہر طرف سے اُس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: آپ پر کیا مصیبت آ پڑی ہے؟ اُس نے کہا: ہائے تمہاری خرابی! ایسے سفاک وہتاک کی دولت آ گئی ہے جس کے ساتھ ہو کر فرشتے جنگ کریں گے (سفاک: خوب خونریزی کرنے والا' ہتاک: بہت رُسوا اور ذلیل کرنے والا) یہ عورت یعنی آمنہ علیہا السلام جس وقت سے حاملہ ہوئی ہے ہم ہلاک ہو گئے۔

ہر مہینہ میں ایک نبی کا خواب میں آ کر خوشخبری دینا

حضرت آدم علیہ السلام کا خوشخبری دینا

حضرت آمنہ علیہا السلام نے فرمایا: جب مجھے اپنے پیارے محمد ﷺ کا حمل ہو گیا میرے حمل کے آغاز ماہ میں اور وہ رجب کا مہینہ تھا ایک رات میں نیند کے مزے لے رہی تھی اچانک ایک مرد میرے پاس اندر آیا جس کے چہرے پر علامت تھی اور خوشبو اس سے مہک رہی تھی اور وہ کہہ رہے تھے: "مَرْحَباً بِكَ": خوش آمدید یا محمد! میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا: میں آدم ابو البشر ہوں۔ میں نے کہا:

مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ تم کو خوش ہونا چاہیے کیونکہ تم حاملہ ہوگئی ہو سید البشر کی اور فخرِ ربیعہ ومضر کی۔

حضرت شیث علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب دوسرا مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہہ رہا تھا۔ میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں شیث ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ تمہیں خوش ہو جانا چاہیے کیونکہ تم حاملہ ہوگئی ہو صاحب التاویل والحدیث کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب تیسرا مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کہہ رہا تھا۔ میں نے اُس سے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نوح ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: خوشخبری ہو اے آمنہ! تم حاملہ ہوگئی ہو نصرت وفتح والے کے ساتھ۔

حضرت ہود علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب پانچواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَۃَ اللّٰہِ! (صفوۃ اللہ یعنی اللہ کا منتخب اور برگزیدہ بندہ)۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ہُود ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ! تمہیں بشارت ہو، تم ایسی ذات کی حاملہ ہوگئی ہو جو یوم موعود میں شفاعت عظمیٰ کے صاحب ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب چھٹا مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

یَا رَحْمَةَ اللّٰہِ! (آپ پر سلام ہو اے وہ ذات جس کو اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لئے رحمت بنایا)۔ مَیں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: مَیں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ مَیں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ مُژدہ (خوشخبری) ہو تمہیں کہ تم حاملہ ہو گئی ہو نبی جلیل کی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب ساتواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَنِ اخْتَارَهُ اللّٰہُ! (آپ پر سلام ہو اے وہ ذات جس کو اللہ نے منتخب فرمایا ہے)۔ مَیں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اسماعیل ذبیح ہوں۔ مَیں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ خوشیاں مناؤ تم حاملہ ہو گئی ہو نبی رجیح ولیح کے ساتھ کہ اس نبی کا وزن میں رجحان اور پلہ بھاری ہے اور ملاحت بھی اسے حاصل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب آٹھواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خِیَرَةَ اللّٰہِ! (آپ پر سلام ہو اے اللہ کے منتخب بندے)۔ مَیں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: مَیں موسیٰ بن عمران ہوں۔ مَیں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ تمہیں بشارت ہو تم ایسی ذات کی حاملہ ہو گئی ہو جس پر قرآن نازل ہو گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب نواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَاتَمَ الرُّسُلِ! دَنَا الْقُرْبُ مِنْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی اے اللہ کے رسول!

آپ سے قرب و نزدیکی قریب ہو گئی ہے۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں عیسیٰ بن مریم ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ! تمہیں بشارت ہو تم حاملہ ہو گئی ہو نبی مکرم اور رسول معظم کی۔

حضور ﷺ کی پیدائش کا اِرادۂ الٰہی

''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام ابن جزری نے ''کتاب الوفاء'' میں کعب احبار سے یہ روایت بیان کی ہے: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا جب ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو حکم دیا' وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے مقام کی سفید مشت خاک لے کر آئے اور وہ تسنیم (نہر جنت) کے پانی سے گوندھی گئی۔ اس کے بعد جنت کی نہروں میں اُسے ڈبایا گیا اور آسمانوں میں پھرایا گیا' جس کی وجہ سے ملائکہ کو حضرت محمد ﷺ کی معرفت' حضرت آدم علیہ السلام کی معرفت سے پہلے حاصل ہو گئی' پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمد ﷺ چمکتا رہا اور ان سے کہا گیا: اے آدم! یہ ان سب مرسلین کا سردار ہے جو تمہاری اولاد سے ہیں۔

سفر نورِ مصطفیٰ ﷺ

آدم و حواء سے منتقل ہوتے چلے آکر بالآخر صلب عبداللہ سے رحم آمنہ میں نور محمدی ﷺ منتقل ہو گیا

اس کے بعد حواء کے حمل میں جب شیث آگئے تو یہ نور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام کی طرف منتقل ہو گیا' اور انہیں عادت تھی کہ ہر زچگی میں دو بچے ہوا کرتے تھا بجز شیث کے کہ وہ تنہا پیدا ہوئے' حضرت محمد ﷺ کی حرمت و کرامت کے باعث' پھر یہ نور ایک طاہر سے دوسرے طاہر کی طرف منتقل ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ صلب عبداللہ بن عبدالمطلب سے رحم آمنہ میں یہ نور منتقل ہو گیا۔

میں دیکھا کہ گویا چاندی کا ایک سلسلہ (زنجیر) اُن کی پیٹھ سے نکلا جس کی ایک طرف آسمان میں ہے اور ایک طرف زمین میں' اور ایک طرف مشرق میں ہے اور ایک طرف مغرب میں' اور اس کے بعد وہ سلسلہ ایک درخت ہو گیا' جس کے ہر ایک پتے پر ایسا نور چمک رہا ہے جو آفتاب کے نور سے ستر درجے زیادہ ہے' ویسا نور مَیں نے کبھی نہ دیکھا تھا' اور اس نور کی روشنی' بلندی اور عظمت ساعت بہ ساعت بڑھتی جاتی تھی' اور اہل مشرق و مغرب اس درخت میں لپٹے ہوئے ہیں' اور اہل عرب و عجم اس کو سجدہ کر رہے ہیں اور کچھ لوگ قریش کے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں' اور بعض قوم قریش اسے کاٹنا چاہتے ہیں' جب اس کے پاس آتے ہیں تو ایک حسین جوان جس کے پاس سے خوشبو مہکتی ہے ان کو پکڑ کے ان کی پیٹھیں توڑ ڈالتا ہے۔ عبدالمطلب نے یہ خواب قریش کے ایک کاہنہ سے بیان کیا' اُس نے تعبیر دی کہ تمہاری پشت سے ایک لڑکا پیدا ہو گا' اہل مشرق و مغرب اُس کے تابع ہوں گے' اور اہل آسمان و زمین اس کی حمد کریں گے' اسی لئے عبدالمطلب نے آپ کا نام ''محمد'' (ﷺ) رکھا۔

نام نامی ''محمد'' (ﷺ) رکھنے کی ہدایت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ جب میرے حمل پر چھ ۶ مہینے گزر گئے تو خواب میں ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کہا کہ تم حاملہ ہو گئی ہو سید العالمین کی' جب وہ پیدا ہو جائیں تو اُن کا نام ''محمد'' (ﷺ) رکھنا اور اپنا حال لوگوں سے چھپانا۔

شب میلاد کے عجائبات اور انوار کا نزول

نویں مہینہ میں ربیع الاول کی پہلی شب سے بارہویں تک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو

جو بشارتیں ملی ہیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا بھی تاریخ وار ذکر فرمایا ہے' چنانچہ پانچویں شب میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خلیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا' آپ فرما رہے ہیں کہ تمہیں خوشیاں منانی چاہیئے اس نبی جلیل پر جو صاحب نور و بہاء یعنی حسن و رونق اور صاحب فضل و عز و ثناء ہیں۔ گیارہ راتوں کی بشارتوں اور برکتوں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اخیر میں بارہویں شب کی تفصیلات لکھی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ چاندنی رات تھی اور اس میں کوئی تاریکی نہ تھی' عبدالمطلب اپنی اولاد کو لئے حرم کی طرف نکل گئے تھے کہ اس کی دیواروں کا جو حصہ منہدم ہو گیا ہے اُسے دُرست کریں۔

حواء' سارہ' آسیہ اور مریم کا دایات وقت میلاد مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہونا

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس وقت میرے پاس کوئی نہ تھا' نہ مرد نہ عورت! میں اپنی تنہائی پر رونے لگی اور کہنے لگی: ہائے تنہائی' نہ کوئی عورت ہے جو میرے بازو تھامے اور نہ کوئی مخلص ہے کہ اُس سے اُنس حاصل کر سکوں اور وحشت دُور ہو اور نہ کوئی لڑکی ہے جو مجھے سہارا دے سکے' آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میں نے گھر کے کونے کی طرف نظر ڈالی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ شق ہو گیا ہے اور اُس سے چار بلند قامت عورتیں برآمد ہوئیں' گویا کہ وہ ماہتاب ہیں' انوار اُن پر چھائے ہوئے ہیں' سفید ازاریں پہنی ہوئی ہیں' اُن کی اوڑھنیوں سے مشک کی خوشبو مہک رہی ہے' یہ عبد مناف کی لڑکیاں معلوم ہو رہی تھیں' ان میں سے پہلی آگے بڑھی اور کہا: آمنہ! تم جیسی کون ہو سکتی ہے جبکہ تم حاملہ ہو گئی ہو سید البشر کی اور فخر ربیعہ و مضر کی! پھر وہ میرے سیدھے جانب بیٹھ گئیں' میں نے ان سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں حواء ہوں' ام البشر رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ پھر اُن میں سے دوسری آگے بڑھی اور کہا: آمنہ! تم جیسی کون ہو سکتی ہے جبکہ تم حاملہ ہو گئی ہو طہر طاہر کی (یعنی ایسی ذات کی جو کمال طہارت پر ہو) علم زاہر کی یعنی چمکنے

والے علم کی اور بحرِ زاخر کی یعنی بھرے ہوئے سمندر کی اور نور باہر (غالب) و سرّ ظاہر کی، پھر وہ میرے بائیں جانب بیٹھ گئیں، میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں سارہ ہوں، خلیل کی بی بی رضی اللہ عنہا۔ پھر اُن میں سے تیسری آگے بڑھی اور کہا: آمنہ! تم جیسی کون ہو سکتی ہے جبکہ تم حاملہ ہو گئی ہو ایسے حبیب کی جو اعلیٰ وارفع ہیں، صاحب مدح وثناء ہیں! پھر وہ میری پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئیں، مَیں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں آسیہ بنت مزاحم ہوں رضی اللہ عنہا۔ پھر اُن میں سے چوتھی آگے بڑھی اور وہ اُن سب سے ہیبت و وقار میں بڑھی ہوئی تھی اور تروتازگی میں اُن سب سے اچھی تھی اور اُس نے کہا: آمنہ تم جیسی کون ہو سکتی ہے جب کہ تم حاملہ ہو گئی ہو صاحب براہین و معجزات و آیات و ولادت کی، سید اہل الارض والسمٰوات کی! پھر میرے سامنے بیٹھ گئیں اور کہا: آمنہ! اپنے آپ کو مجھ پر ڈال دو اور اپنا پورا جھکاؤ میری طرف کر دو مَیں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں مریم بنت عمران ہوں، ہم آپ کی دایات ہیں اور قوابل مصطفیٰ ﷺ۔ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اُن سے اُنس حاصل کی اور اشخاص کو دیکھنے لگی کہ اُن کی فوجیں اندر میرے پاس آ رہی ہیں اور اپنے گھر کو دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ مجھ پر خلط و ملط ہو گیا ہے مشتبہ آوازوں کے ساتھ اور مختلف زبانوں کے ساتھ جن میں غالب سریانی زبان تھی۔

حکمِ الٰہی سے زمین وآسمان میں خصوصی انتظامات

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میں نے اس گھڑی نظر ڈالی تو کیا دیکھتی ہوں کہ شہاب سیدھے بائیں اُڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو مختلف احکام دیئے، فرمایا کہ

رضوان سے کہہ دو کہ وہ جنتوں کے دروازے کھول دے' مالک سے کہہ دو کہ دوزخ کے دروازے بند کر دے' یا جبرئیل! تم حلۂ رضوان (رضوان کا سوٹ) پہن لو' یا جبرئیل! زمین کی طرف اُترو' ملائکہ صافین (صف باندھے ہوئے) ومقربین اور کروبین (سادات ملائکہ) وحافین (عرش کو حلقہ کیے ہوئے فرشتوں) کے ساتھ۔ یا جبرئیل! آسمانوں اور زمین کے طول وعرض میں ندا کر دو کہ اب وقت آ گیا ہے اجتماع کا محب و محبوب اور طالب ومطلوب کے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے حکم رب بجا لایا اور فرشتوں کو مکہ کے پہاڑوں پر ٹھہرا دیا اور اُن سب نے حرم کو گھیر لیا' اُن کے پکو تھے اور بازو ایسے معلوم ہوتے تھے گویا کہ سفید ابر ہے کافوری' اس کے بعد پرندوں نے ترنم کے ساتھ گانا شروع کیا اور چٹیل میدان کے وحشی جانور حنین شوق میں تھے اور یہ سب کچھ ملک جلیل و جبار کے حکم سے ہو رہا تھا۔

حجابات کا اُٹھا لیا جانا' تین علم نصب کیے جانا

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری بینائی سے حجاب دُور فرما دیا' مجھے ملک شام سے بصریٰ کے محل دکھائی دینے لگے اور میں نے تین عَلَم دیکھے جو نصب کر دیئے گئے ہیں: ایک عَلَم مشرق میں نصب کیا گیا ہے اور ایک عَلَم مغرب میں اور ایک عَلَم کعبہ کی چھت پر۔

خاص پرندوں کا آنا' موتی مونگا نچھاور کرنا

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس اثناء میں کہ میں اس طرح ہوں کیا دیکھتی ہوں کہ میں پرندوں کی ایک ٹکڑی کے پاس ہوں جن کی چونچیں لال ہیں' سرخ سونے کی طرح اور اُن کے پکو تھے جوہر کی طرح روشن ہیں' انہوں نے میرے کمرے میں موتی مونگا نچھاور کیے اور پھر وہ پرندے میرے اطراف اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہوئے ٹھہرے رہے اور مجھے ایک ایک گھڑی کے وقفہ وقفہ سے دردِ زہ ہو رہی تھی اور فرشتوں کی

فوجوں کی فوجیں مجھ پر نازل ہو رہی تھیں جن کے ہاتھوں میں سرخ سونے اور سفید چاندی کے عوددان تھے اور وہ عود و عنبر و بخور ڈال رہے تھے اور رسول مکرم اور حبیب معظم ﷺ پر بآوازِ بلند صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے۔

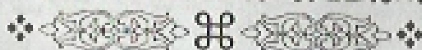
بوقت ولادت شربت کافوری پیش کیا جانا

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اور چاند میرے سر پر خیمہ کی طرح پھیل گیا تھا اور تارے میرے سر پر ایسے صف آراء تھے جیسی خوبصورت قندیلیں۔ اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ میرے سامنے ایک سفید کافوری شربت ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شکر و شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، مجھے خوب پیاس لگی تھی میں نے اُسے لے لیا اور پی گئی اس سے زیادہ لذیذ کوئی چیز نہیں پائی اور اس سے مجھ پر ایک نورِ عظیم چمکا۔

پرندے کا پکوٹھے پھیرنا اور صلاۃ وسلام پڑھنا

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر میں نے نظر ڈالی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید پرندہ ہے جو میرے پاس اندر میرے کمرے میں آیا ہے پھر وہ اپنے دونوں پکوٹھے (پر) میرے دل پر پھیر رہا اور صلاۃ وسلام پڑھ رہا ہے۔

صلوات بر تو آرم کہ فزودہ باد قربت
چہ بقرب گل بگردد ہمہ جزدہا مقرب


کمالِ حسن و جمال، نور مجسم محمد مصطفیٰ ﷺ

کے بارے میں چند اہم شہادتیں

میلاد شریف کا بیان یہاں ختم کرتے ہوئے نورِ محمدی ﷺ کی نعت شریف میں چند اہم شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا......

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ ...... وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ سے حسین تر کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت عورتوں نے نہیں جنا۔

مزید فرماتے ہیں......

خُلِقْتَ مُبَرَّءً ا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ...... كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ ﷺ ہر عیب سے بری اور منزہ پیدا ہوئے ہیں گویا کہ آپ ﷺ ویسے ہی پیدا کر دیئے گئے جیسے آپ ﷺ چاہتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں......

میں نے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھی، گویا سورج حضور ﷺ کے چہرے میں پھرتا تھا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا......

جب حضور ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا چمکتا تھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ......

حضور ﷺ جب خوش ہوتے تو حضور ﷺ کا چہرہ آئینہ کی طرح چمکتا اور دیوار وغیرہ کا عکس حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑھا اور موجودات میں کوئی چیز عدم سے وجود میں نہیں آئی جس کے ساتھ چہرۂ انور ﷺ کی تشبیہ دی جائے۔

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا اور حضور ﷺ کبھی دھوپ میں کھڑے نہیں ہوئے مگر یہ کہ غالب ہوا حضور ﷺ کا نور آفتاب کے نور پر اور چراغ کے پاس کبھی نہیں کھڑے ہوئے مگر یہ کہ حضور ﷺ کی چمک دمک غالب ہو گئی چراغ کی روشنی پر اور حضور ﷺ کا سایہ کبھی زمین پر نہیں پڑا اور کبھی دھوپ میں یا چاندنی میں آپ ﷺ کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ اس لئے کہ حضور ﷺ سراپا نور تھے۔

﴿مواہب الدنیہ و زرقانی﴾

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں
واللہ زجاں ہم پاکتر روحی فداک اے نازنیں
پاکاں ندیدہ روے تو جاں دادہ اندر کوے تو
اینک بگرد کوے تو صد جان پاک اے نازنیں

ترجمہ:- آپ ﷺ کا وجود مبارک مکمل طور پر پاک ہے اے دیکھنے والے اللہ کی قسم! آپ ﷺ کی جان پر ہماری پاکتر روحیں بھی فدا ہیں۔

مقربوں (بلند مرتبہ عظیم شخصیات) کی شان کو دیکھ کر تمہیں (رونا) حسد نہیں کرنا چاہئے' تیرا نصیب گلی کوچہ کے درمیان ہی ہے۔ (یعنی تیرے قریب ہی ہے) بلکہ تو اپنی قسمت پر شاکر رہ۔ جو تمہارا نصیب ہے وہی تمہارے لئے پاکیزہ تر ہے اے دیکھنے والے۔

شیخ الاسلام کے قولِ فیصل پر خاتمۂ کتاب

اب مضمون کے خاتمہ پر یہاں سے کتاب کے اخیر صفحہ تک شیخ الاسلام حضرۃ العلامہ مولانا الحافظ انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "بُشْرَی الْکِرَامِ فِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَامِ" سے چند اہم اقتباسات درج کردینے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے تاکہ قولِ فیصل سامنے آجائے جو مولانا کی تبحرِ علمی کا نتیجہ اور خدا داد ذہانت وتفقہ فی الدین کا ثمرہ ہے۔

"قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَهٗ اَلْبَهْجَةُ السَّوِیَّةُ" کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ "جس رات آپ پیدا ہوئے ملائکہ آپ کو "خلیفۃ اللہ" کہتے تھے مولیٰ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ملائکہ سے فرمایا تھا

"اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" ﴿پ ۱ سورۂ بقرہ آیت﴾

ترجمہ:- میں روئے زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت صرف زمین سے متعلق تھی؛ لیکن فرشتے چونکہ آسمانوں میں دیکھتے تھے کہ حضور ﷺ کا نام مبارک حق تعالیٰ کے مقدس نام کے ساتھ ہر جگہ لکھا ہوا ہے اس لئے انہوں نے آپ کو علی الاطلاق "خلیفۃ اللہ" کہہ دیا اور "فی الارض" کی قید نہیں لگائی جو آدم علیہ السلام کی خلافت میں ملحوظ تھی؛ فرشتوں کی اس گواہی سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ "کُلِّ مَلَکُوْت" (عالم معنی یعنی عالم ارواح) میں خلیفۃ اللہ ہیں؛ اسی وجہ سے تمام آسمانوں کے ملائکہ اس خلیفۃ اللہ کے سلام کے لئے روزِ میلاد حاضر ہوئے جن کا نزولِ اجلال تمام عالم کے

حق میں رحمت تھا' جیسا کہ فرماتا ہے.......

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ"

﴿ پ ۱۷' سورۃ الانبیاء: ۱۰۷ ﴾

ترجمہ: اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جب آپ مجسم رحمت ہو کر اس عالم میں تشریف لائے تو کون ایسا شقی ہو گا کہ نزول رحمت سے خوش نہ ہو!

تمام عالم میں خوشی اور صرف ایک شیطان لعین کو غم و غصہ

روایت ہے کہ تمام عالم میں اس روز ہر طرف خوشی تھی مگر شیطان کو کمال درجہ کا غم تھا جس سے زار زار روتا تھا' حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی یہ حالت دیکھ کر رہ نہ سکے اور ایک ایسی ٹھوکر اس کو ماری کہ عدن میں جا پڑا۔

میلاد شریف کی مسرت کمال سعادت کی دلیل

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "مولود کی اصل خود آنحضرت ﷺ سے ماثور ہے' مولود کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں ارغام (تذلیل) شیطان ہے اور سرور اہل ایمان" علماء کی ان تصریحات سے ان کا مسنون و مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ غرض کہ جس طرح میلاد شریف کا غم شقاوت کی دلیل ہے اس کی مسرت کمال سعادت کی دلیل ہو گی۔

بدعت کا مفہوم

زرقانی نے "شرح مواہب الدنیہ" میں لکھا ہے کہ تاج فاکہانی نے مولود شریف

کو بدعت مذمومہ لکھا ہے، مگر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے استدلال وتقریر کو حرفاً حرفاً رد کیا ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ!

مولود کا پڑھنا سنت صحابہ

حضرت شیخ الاسلام نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ صاف وصریح الفاظ میں تردید اس کی فرما دی ہے کہ قرونِ ثلاثہ میں مولود شریف نہیں تھا' چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: اب رہی یہ بات کہ مولود شریف قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا' یہ تسلیم نہیں اس لئے کہ جتنی روائتیں مولود شریف میں پڑھی جاتی ہیں وہ موضوع ''من گھڑت'' نہیں بلکہ کتب احادیث میں سب موجود' صحابہ سے منقول ہیں' جس سے ثابت ہے کہ جتنی روائتیں مولود کی کتابوں میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب صحابہ کے زمانہ میں پڑھی جاتی تھیں' البتہ نئی بات یہ ہے کہ میلاد شریف سے متعلق حدیثیں ایک جگہ جمع کر دی گئیں مگر یہ بھی قابل اعتراض نہیں' اس لئے کہ محدثین نے بھی آخر ہر قسم کی حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے جو صحابہ نے نہیں کیا تھا' پھر صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی واقعہ پیش نظر ہوتا تو اس سے متعلق جتنی حدیثیں یاد ہوتیں پڑھ دیتے' اس میلاد مبارک کا واقعہ پیش نظر ہونے سے وہ سب روائتیں پڑھی جاتی ہیں' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود شریف کا پڑھنا صحابہ کی سنت ہے۔

محفل میلاد کی ایک بڑی مصلحت

محفل میلاد کے سلسلہ میں جو دینی اور دُنیوی مصلحتیں دُور اندیش علماء کے پیش نظر تھیں اور شوکت اسلام کا خیال ان پر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محققانہ تبصرہ کیا ہے جو قابل دید ہے' فرماتے ہیں: اب اگر محل اعتراض ہے تو یہی ہے کہ میلاد شریف کی محفل قرونِ ثلاثہ میں اس ہیئت پر نہ تھی' سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس محفل

مبارک سے ایک بڑی مصلحت متعلق ہے وہ یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اور دوسری اقوام اپنے اپنے نبیوں کی پیدائش کے روز خوشیاں منا کر اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں۔

دُور اندیش علماء نے محبت نبی کا جوش پیدا کرنے کی تدبیر نکالی اور ''محفل میلاد'' ''مجالس وعظ'' منعقد کرنے کی بنیاد ڈالی

دُور اندیش علماء نے یہ خیال کیا کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ سے مسلمانوں کی طبیعتوں میں بے باکی پیدا ہوگئی ہے یہاں تک کہ نماز روزہ میں بھی لوگ قصور کرنے لگے جس سے دُوسری اقوام میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ اب مسلمانی برائے نام رہ گئی ہے اور وہ رعب داب جو جانباز مسلمانوں کا اُن کے دل میں تھا کہ یہ لوگ اپنے نبی کے حکم پر جان دینے کو مستعد ہیں جانے لگا' اگر یہی خیال ان کا ترقی پذیر ہوا اور مسلمانوں میں کوئی جوشِ اسلامی باقی نہ رہا تو چند روز میں بالکل بے وقعتی کی نگاہوں سے وہ دیکھے جائیں گے اور معرضِ تلف میں ہو جائیں گے اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے نبی ﷺ کی محبت کا جوش ان کے دلوں میں پیدا کر دیا جائے' چنانچہ مجالس وعظ میں عموماً ایسے مضامین بیان کرنے لگے جو باعث ازدیادِ محبت (محبت میں زیادتی) ہوں مثلاً شفاعت کا مسئلہ اور صحابہ اور اولیاء اللہ کے فضائل اور حکایات اور معجزات' اور فضائل نبی ﷺ زیادہ بیان کرنے لگے جن کے سننے سے اپنے نبی کی عظمت ذہن نشین اور باعث ترقی محبت ہو' پھر محفل میلاد کی بنیاد ڈالی جس سے موافقین اور مخالفین کا امتیاز ہو جائے کیونکہ مخالفین کو حضرت کی پیدائش کی خوشی ہرگز نہیں ہو سکتی' بلکہ اس کا سخت صدمہ اُن کے دلوں پر ہوتا ہے جس طرح خاص میلاد کے روز شیطان پر ہوا تھا' غرض کہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ہر فقیر و امیر بقدر حیثیت اس محفل مبارک میں روپیہ صرف کر کے اس کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے سچے دُعا گو اور آپ کے وجود باوجود سے

خوش ہونے والوں میں ہیں؛ جس سے مخالفین پر یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان اس بگڑی حالت میں بھی اپنے نبی کے شیفتہ اور دلدادہ ہیں۔ نبض شناسانِ زمانہ خوب جانتے ہیں کہ یہ جوشِ محبت اسلامی کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہی جوش مخالفوں سے ان کو ممتاز اور علیحدہ کرنے والا ہے۔ اگر یہ جوشِ محبت بھی جاتا رہے تو اکثر مسلمانوں کی حالت گواہی دے گی کہ ان کو نہ احکامِ دینیہ سے تعلق ہے نہ اپنے نبی سے محبت؛ اور ظاہر ہے کہ اس بے تعلقی کا کیسا برا اثر مسلمانوں پر پڑے گا۔ غرض قطع نظر فضیلت اور استحباب کے مولود شریف میں ایک ایسی مصلحت ملحوظ رکھی گئی جو دین و دُنیا میں محمود و مطلوب ہے۔

نبی کی محبت اور دُنیاوی مصلحت دونوں کا لحاظ

اعمال کا دارومدار نیت پر اور حسن ظن کی اہمیت

دین میں اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب تک آدمی کو نبی کریم ﷺ کی محبت اپنے ماں باپ اور اولاد اور مال سے بلکہ اپنی جان کی محبت سے زیادہ نہ ہو اُس کا ایمان قابلِ شمار نہیں۔ اور دُنیاوی مصلحت وہ جو مذکور ہوئی جس کو اسرار شناسانِ اسلام جانتے ہیں کہ موجد نے اسے کیوں ایجاد کیا! مصلحت وقت کا لحاظ رکھنے کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے نہیں دی ہے؟ کیوں نہیں؟ صدہا احادیث اس پر شاہد ہیں؛ اسی کو دیکھ لیجئے کہ قبل ہجرت کس قسم کے احکام اور حالات تھے اور بعد ہجرت قوت اسلام کے زمانہ میں کس درجہ پر پہنچے۔ اہل حدیث یہ بھی جانتے ہیں کہ آخری زمانہ کے مسلمانوں کے لئے نبی کریم ﷺ نے کس قسم کی سہولتیں فرمائی ہیں؛ یہاں تک تو فرما دیا کہ دسویں حصہ پر بھی اگر وہ لوگ عمل کرلیں تو صحابہ کرام کے برابر اُن کو ثواب ہوگا۔ اب انصاف کیا جائے کہ مصالح دینیہ و دُنیویہ پر لحاظ رکھ کر محفل میلاد شریف کی جائے

تو کیا وہ باعث دخولِ دوزخ ہو گی؟ اور وہ ارشادِ نبوی کہ اعمال کے حسن و قبح کا دارومدار نیت پر ہے اور خدائے تعالیٰ عمل کو نہیں دیکھتا ہے' نیتوں کو دیکھتا ہے وغیرہ احادیث معاذ اللہ بیکار ہو جائیں گی؟ ہر گز نہیں۔ غرض کہ اس قابلِ تحسین نیت کے بعد ہمارا حسن ظن تو یہ ہے کہ یہ عمل باعث خوشنودیٔ خدا و رسول ہے' اور یقین ہے کہ بمصداق "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" "میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھے" یہ ہمارا حسن ظن بیکار نہ جائے گا۔

ہم اس کو مانتے ہیں کہ بعض علماء نے صرف حدیث "کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ" ﴿مشکوٰۃ باب الاعتصام پہلی فصل﴾ کو پیش نظر رکھ کر اس مجلس متبرکہ میں کلام کیا ہے۔

متاخرین علماء کی مصلحت بینی اور شرعی نگاہ

قرون ثلاثہ میں اس کی ضرورت نہ تھی

مگر آپ نے دیکھ لیا کہ جو نکتہ رس' دقیقہ شناس علماء تھے مثل حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی وغیرہ رحمہم اللہ انہوں نے اس کا جواز و استحباب ثابت کر دیا۔ غور کیجئے کہ وہ بھی آخر مقتدر اور متبحر علماء مانے جاتے ہیں جن کے اقوال استدلال میں پیش کئے جاتے ہیں اُن کو گمراہ و مخالف اسلام قرار دینا کیونکر جائز ہو گا؟ ایسے موقع میں تو ان کا احسان ماننا پڑے گا کہ انہوں نے علاوہ اور مصالح کے شرعی طور پر بھی اس کا استحباب ثابت کر دیا۔ فرمایا کہ ضرورت اس محفل مبارک کی ایجاد اور ابتداء میں علمائے متاخریں کے پیش نظر تھی' اس کا وجود قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا اس لئے کہ اُس زمانہ کے کل اہل اسلام وقتاً فوقتاً ہر ایک امر میں نبی ﷺ کی محبت کا عملی ثبوت دیتے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام شرقاً و غرباً اُن کی جاں بازیوں سے پھیلا' اُن کو ضرورت نہ تھی کہ سال میں ایک بار اپنی محبت کا اظہار کریں' بخلاف اس زمانہ کے کہ کل اہل اسلام سال میں ایک

بار بھی اگر اپنی سچی محبت اپنے نبی کریم ﷺ کی میلاد مبارک میں ظاہر کریں تو غنیمت ہے۔

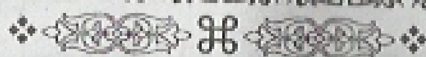
سونے چاندی کی قندیلیں لٹکانا'

دیباج کا لباس کعبہ کو پہنانا

منبر پر غلاف چڑھانا

اس سے مستفاد ہے کہ شوکت اسلام کے لئے اگر کوئی ایسا کام کیا جائے جو ضرورت سے زیادہ ہو تو اس کی اجازت ہے' چنانچہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (شرح صحیح بخاری) میں لکھا ہے کہ سونا چاندی کی قندیلیں کعبہ شریف اور مسجد نبوی میں لٹکانے کو تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے جائز لکھا ہے۔ دیکھئے اس میں بھی صرف شوکت اسلام ملحوظ ہے ورنہ ضرورت تو معمولی چراغوں سے بھی رفع ہو سکتی تھی' اسی طرح ''فتح الباری'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ کعبہ شریف کو جو دیباج کی کسوت پہنائی جاتی ہے اس کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے' اور لکھا ہے کہ قاضی زین الدین عبدالباسط نے بحسب حکم شاہی ایک ایسی بہتر کسوت خانہ کعبہ کے لئے تیار کی کہ اس کی عمدگی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے......دیکھئے اس میں بھی وہی شوکت اسلام ملحوظ ہے' ورنہ اوّل تو گھر کو کسوت پہنانا کوئی ضروری بات نہیں' اور اگر کسی قسم کی ضرورت ہے بھی تو بیش قیمت دیباج کی ضرورت نہیں' جس کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے۔ اور کسوت خانہ کعبہ تو حضرت اقدس ﷺ کے زمانہ میں موجود تھی۔ ''خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ'' میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو نہایت تکلف سے کی' چنانچہ دیواروں کے پتھروں میں نقش و نگار کیا گیا اور ستون کے پتھر بھی منقش تھے' سقف ساج

کا بنوایا گیا جو اس زمانہ کی بیش قیمت لکڑی تھی اور منبر شریف پر غلاف پہلے آپ ہی نے اوڑھایا۔ دیکھئے یہ سب اُمورِ اسلام سے متعلق ہیں ورنہ یہی مسجد مقدس آنحضرت ﷺ کے زمانے سے اس وقت تک نہایت سادی اور تکلف سے عاری تھی نہ نقش و نگار تھا نہ منبر پر غلاف اوڑھایا جاتا تھا۔


میلاد میں جو جو کام ہوتے ہیں

اُن کا شرعی جواز

اب یہ دیکھا جائے کہ مولود شریف میں کیا کام ہوتے ہیں اور وہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں بڑے کام یہ ہیں:.......

اظہارِ سرور...... تعین وقت...... قصائد نعتیہ کا پڑھنا
تقسیم شیرینی...... اور بخور جلانا وغیرہ۔

اظہارِ سرور

اظہارِ سرور کا حال سنئے کہ باوجود یکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ" یعنی فرحت والوں کو (اور اترانے والوں کو) حق تعالیٰ دوست نہیں رکھتا (پ ۲۰ سورۂ قصص، آیت ۷۶) مگر فضل الٰہی اور رحمت الٰہی پر فرحت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:.......

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا" (پ ۱۱ سورۂ یونس آیت ۵۸)

ترجمہ:۔ یعنی لوگوں سے کہہ دو کہ صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کریں مطلب ان آیتوں کا یہ ہوا کہ اگر کوئی خوشی کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کی خوشی کرے۔ اب غور کیجئے کہ آنحضرت ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے اس عالم کو عزت بخشی یہ کتنا بڑا فضل اور رحمت الٰہی ہے کہ: آنحضرت ﷺ کا نام "فضل اللہ" بھی ہے جس پر ابن دحیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے.......

"وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا"

﴿سورۂ نساء آیت ۸۳﴾

ترجمہ:۔۔یعنی اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے

اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ "محمد ﷺ" ہیں اور "رحمۃ اللہ علیہ" بھی۔۔۔انتہی۔

تعین وقت

میلاد شریف میں دوسرا کام تعین وقت کا ہے' اس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے صوم عاشورہ خود بھی رکھا اور اس کے فضائل بیان فرمائے۔اور اس روایت سے بھی ظاہر ہے جو "بخاری شریف" کی کتاب الایمان میں ہے کہ کسی یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی کتاب یعنی قرآن شریف میں ایک آیت ہے کہ اگر وہ ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم لوگ اس کے نزول کے دن کو عید مناتے' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کونسی آیت ہے؟ کہا:۔۔۔۔۔۔

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" ﴿پ ۶' سورۂ مائدہ' آیت ۳﴾

ترجمہ:۔آج کے روز میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ آیت کس مقام پر اور کس روز نازل ہوئی' حضرت رسول اکرم ﷺ عرفات پر کھڑے تھے یعنی حج کے روز اور جمعہ کا دن تھا' شرح بخاری شریف میں شیخ الاسلام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہودی کا سوال تو یہ تھا کہ اس آیت کی جلالت شان مقتضی ہے کہ اس

کے نزول کا روز عید بنایا جاتا اور جواب میں مقام اور وقت نزول بیان کیا گیا جس کو سوال سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ جواب میں سوال کی مطابقت چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارۃً جواب دیا کہ دونوں ہمارے یہاں روز عید ہیں اور ترمذی وطبرانی کی روایتوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ بحمد اللہ ہمارے یہاں وہ دونوں روز عید ہیں۔ حاصل یہ کہ یہودی کا مقصد تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کا دن اس قابل تھا کہ عید قرار دیا جاتا جس میں ہمیشہ خوشی ہوا کرتی ہے' اسلئے کہ عید "عود" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی مکرر ہونے کے ہیں' چونکہ روز عید مکرر ہوا کرتا ہے اس لئے اس کا نام عید رکھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تسلیم کرلیا چنانچہ اس کے جواب میں کہا کہ ہمارے یہاں اس نعمت کی دوہری عید منجانب اللہ مقرر ہے' ورنہ صاف کہہ دیتے کہ یہ تم لوگوں کی حماقت ہے کہ ایک گزشتہ واقعہ پر ہر سال خوشیاں منایا کرتے ہو۔ اب غور کیجئے کہ جب یہ مسلم ہے کہ کسی نعمت عظمیٰ کے حصول کا دن اس قابل ہے کہ ہمیشہ اس میں خوشی اور عید کی جائے تو بتایئے کہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت اقدس ﷺ کی تشریف آوری اور نزولِ اجلال سے بڑھ کر کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔ پھر اس روز خوشی نہ کی جائے تو کونسا دن آئے گا جس میں ایمانی طریقہ سے خوشی کی جائے گی۔ اگر اس آیت شریفہ کے نزول کے روز دوہری عید ہے تو نزولِ اجلال سید المرسلین ﷺ کے روز یعنی میلادِ مبارک کے روز اس سے دوچند زیادہ خوشی اور عید ہونی چاہئے۔

نعتیہ قصائد کا پڑھنا

تیسرا کام قصائد کا پڑھنا ہے۔ اہل حدیث جانتے ہیں کہ قصیدۂ بانت سعاد جو نعت میں ہے آنحضرت ﷺ کے روبرو پڑھا گیا' اور حضرت نے اس کے صلہ میں چادر مبارک عطا فرمائی' اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھا جاتا تھا جس پر وہ

نعتیہ اشعار پڑھتے تھے۔

تقسیم شیرینی

چوتھا کام شیرینی کی تقسیم کا ہے۔ وہ اطعام طعام میں داخل ہے جس کی تعریف قرآن شریف میں مصرح ہے:......

”کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا“ ﴿پ ۲۹ سورۂ دہر: ۸﴾

ترجمہ:- اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین و یتیم اور اسیر کو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ہے تمام حضرات نے روزے رکھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین ایک روز یتیم اور ایک روز اسیر آیا، سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ اس کے سوا بہت سی آیات و احادیث اطعام طعام کی فضیلت میں وارد ہیں جن کا یہاں بیان نہیں۔

بخور جلانا

پانچواں کام بخور جلانا ہے۔ خلاصۃ الوفاء میں ابن ماجہ کی روایت مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجدوں کو جمعہ کے روز بخور دیا کرو، اور لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بخوردان آیا اس کو آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا کہ اس میں بخور جلا کر ہر جمعہ اور رمضان میں مسجد نبوی کو بخور دیا کریں۔ اور ایک شخص اسی کام پر مامور تھا کہ جمعہ کے دن بخور جلا کر ہر شخص کے پاس لے جائے اور سب کو معطر کرے

۔غرض کہ اماکن (متبرک مقامات) اور اوقاتِ متبرکہ میں بخور کی خوشبو سے اہل جلسہ کو معطر کرنا مسنون ہے اِنْتَھٰی مَا فِیْ "بُشْرَی الْکِرَامِ" شیخ الاسلام مولانا الحافظ انوار اللہ خان علیہ الرحمتہ والرضوان۔

اب میں مرزا غالب کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

یوں تو بزمانہ ملازمت دائرۃ المعارف میں مختلف فنون کی بیسیوں ضخیم کتابیں میری تصحیح وایڈٹ سے شائع ہو چکی ہیں مگر اُردوداں احباب کے لئے جو عربی سے کماحقہٗ واقف نہیں "عید میلاد النبی ﷺ" کے سلسلہ میں یہ تحقیقی مقالہ مرتب و پیش کیا گیا ہے کہ اختلاف دور ہو اور اہل سنت والجماعۃ کے مسلک پر سب متفق ہو جائیں اور نجات پائیں، خصوصاً حضور پر نور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ایمان کے تعلق سے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

خادم العلم والعلماء

سید محمد حبیب اللہ قادری (رشید پادشاہ)

امیر جامعہ نظامیہ، موظف صدر مصحح دائرۃ المعارف

و معتمد صدر مجلس علمائے دکن۔ شاہ گنج، حیدرآباد

۲۷ ررمضان ۱۴۱۳ھ







"بشائر الخیرات"

پر ایک بصیرت افروز تبصرہ

مُبَسْمِلاً مُحَمِّدِلاً مُصَلِّیاً مُسَلِّماً

اما بعد!

آخرت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی کی ہے اور دُنیا کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ نسبتِ غلامی کی ہے کہ آپ ﷺ کے حلقہ بگوش بنا دیے جانے سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی بڑائی نہیں۔ آپ ﷺ کے جو عظیم احسانات ہم پر ہیں اُن کی جزاء آپ ﷺ کو ہم تو دے نہیں سکتے اور نہ ہی آپ ﷺ کے حقوق ہم سے ادا ہو سکتے ہیں ہاں! اگر خود مولیٰ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ ﷺ کو جزاء دیدے تو وہ اور بات ہے اور اسی کی اس سے التجاء و دُعا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً
دَائِمَۃً مَّقْبُوْلَۃً تُؤَدِّیْ بِھَا عَنَّا حَقَّہُ الْعَظِیْمَ

(یا اللہ! تو محمد ﷺ اور آپ کی آل پر ایسی رحمت کاملہ نازل فرما جو مقبول اور ہمیشہ رہنے والی ہو تو اس کے ذریعے ہماری طرف سے آپ کا عظیم حق ادا کر دے)

یہی وہ درود شریف ہے جو تالیف "دلائل الخیرات" کا سبب بنا اور اسے "صلاۃ البر" بھی کہتے ہیں۔

ہر شخص محتاج اور درود شریف حاجت روائی کا وسیلہ ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ "مثنوی شریف" میں فرماتے ہیں:

چونکہ ذاتش بود محتاج الیہ
زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ

اس طرح قضاء حاجات دینی و دنیوی دونوں کے لئے سرورِ کائنات کی ذات اقدس ﷺ محتاج الیہ ٹھہری، آپ پر صلاۃ بھیجنے کا حکم دیتے ہوئے "صَلُّوْا عَلَیْہِ" مولیٰ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ فی الحقیقہ ساری کائنات تمام اُمور میں بلکہ خود اپنے وجود میں حضور ﷺ کی محتاج ہے، جیسا کہ "دلائل الخیرات" کے ایک درود میں وارد ہے:

"انسان عین الوجود والسبب فی کل وجود"

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

خلقت میں اوّلیت حضور ﷺ کے نور کو حاصل ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان پاک ہے۔

"اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ"

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو تخلیق فرمایا۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے شعر میں صرف دینی اُمور کا تذکرہ ہے اور اُن بے دینوں کی تردید جو اس وسیلۂ عظمیٰ کے بغیر حق رسی کی اُمید رکھتے ہیں، فرمایا:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ:۔ جو مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہیں یعنی آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں دین اُن کا ہے اگر آپ ﷺ کے ساتھ محبت نہیں کرتے تو وہ ابولہب جیسے ہیں۔

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ دین ہو کہ دُنیا، کوئی بھی چیز اس آستانہ تک رسائی کے بغیر دستیاب نہیں ہو سکتی جیسا کہ مولانائے روم کے شعر میں لفظ "محتاج الیہ" کا عموم اس پر دال ہے۔

خاک سر کوئے تو ایں طرفہ اثر دارد
ہم صندل درد سر ہم سرمۂ بینائی

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

حضور نبی کریم ﷺ پر صلاۃ بھیجنے کا فائدہ خود اُسی کی طرف پلٹتا ہے جو آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے' کیونکہ اس سے عقیدے کی وضاحت' نیت کا خلوص' محبت کا اظہار اور واسطۂ کریمہ ﷺ کی طاعت واحترام کا ثبوت ملتا ہے۔ ﴿فتح الباری شرح صحیح البخاری﴾

علامہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا مقصد حکم الٰہی بجالانا اور "تقرب الی اللہ" ہے ونیز حضور ﷺ کا جو حق ہم پر ہے اُسے ادا کرنا ہے۔

عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر ہمارا صلاۃ بھیجنا ہماری طرف سے آپ کے واسطے کوئی شفاعت وسفارش نہیں' کیونکہ ہم جیسے' آپ ﷺ جیسے کے لئے سفارش نہیں کرسکتے' مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مامور فرمایا ہے کہ اپنے محسن کا بدلہ چکائیں اور ہم یہاں اس سے عاجز ہیں' اس لئے مکافات احسان کے سلسلے میں حضور سرور کائنات ﷺ کے واسطے صرف دُعاء کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا کہ ہمارے نبی ﷺ کی مکافات احسان سے ہم جب عاجز ہیں تو اپنے ارشاد سے آپ پر درود بھیجنے کی اُس نے رہنمائی فرمادی۔ اس ہدایت پر عمل کرکے درود شریف پڑھنے کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت کی توفیق مل جاتی ہے اور وہ ملائکہ مقربین کے زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے' جیسا کہ فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" ﴿پ ۲۲' سورۃ الاحزاب: ۵۶﴾

درود شریف پڑھنے کی غرض وغایت اس قدر سمجھ میں آجانے کے بعد اب اس کا حکم شرعی معلوم کیجئے' اس کے بعد وحی کی روشنی میں فضائل درود کا اختصار بصیرت افروز ہوجائے گا۔ اس تمہید وتذکرہ کے بعد تبصرہ ہوگا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے الہامی درود کے مجموعے کی ضرورت وافادیت اور طباعت پر۔

شعبان ۲ ہجری میں اس کا حکم دیا گیا۔

آیت کریمہ "صَلُّوا" کا صیغہ امر و حکم کا ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے یا ندب و استحباب کے لئے۔ پھر یہ صلاۃ (دُرود) فرض عین ہے یا فرض کفایہ اور جب بھی حضور ﷺ کا نام نامی لیا جائے تو بار بار دُرود پڑھا جائے یا ایک بار پڑھ لینا کافی ہے۔

"دُرِ مختار" میں ہے کہ عمر بھر میں ایک بار دُرود پڑھنا فرض ہے۔

"ترمذی شریف" کی حدیث ہے' حضور ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ

"کامل بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر صلاۃ نہ بھیجے"

اور اسی لئے حکم شرعی یہ ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کا نامِ نامی لیا جائے ذاکر و سامع دونوں پر درود پڑھنا واجب ہے' اگرچہ مجلس ایک ہو اور یہی اصح یعنی صحیح تر قول ہے۔ بعض فقہاء وجوب کفایہ کے قائل ہیں کہ مجلس میں اگر آپ ﷺ کا ذکر شریف آئے تو حاضرین مجلس میں سے بعض اگر درود پڑھ لیں تو سب کے ذمے سے اس کا وجوب ساقط ہو جائے گا۔ قاعدۂ اخیرہ کے اندر دُرود پڑھنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس فرض ہے اور جمہور علماء کے پاس سنت اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

"دُرِ مختار" میں ہے کہ اوقاتِ امکان میں یعنی جہاں کوئی مانع نہ ہو درود پڑھنا مستحب ہے۔

"شرح الفاسی علی دلائل الخیرات" کے حوالے سے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمحتار" میں لکھا ہے "علماء نے صراحت کی ہے کہ چند مواقع ایسے ہیں جن میں درود پڑھنا مستحب ہے:

بروزِ جمعہ اور شب جمعہ (ہفتہ' اتوار اور پنجشنبہ کا اضافہ بھی بعض نے کیا ہے) صبح و شام' مسجد میں داخل ہوتے اور باہر نکلتے وقت' زیارت قبر النبی ﷺ کے وقت' صفاء و مروہ کے پاس' خطبۂ جمعہ وغیرہ میں' دُعاء قنوت کے بعد' تلبیہ سے فارغ ہونے کے وقت' اجتماع اور

افتراق کے وقت یعنی جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملیں یا علیحدہ ہوں' وضوء کے وقت' طنین اذن یعنی کان میں سیٹی کی سی آواز آتے وقت' کوئی چیز بھول جانے کے وقت' وعظ کے وقت' نشر علوم کے وقت' حدیث پڑھنا شروع کرتے اور اخیر وقت' سوال اور فتویٰ لکھتے وقت' ہر مصنف کے لئے' پڑھنے والے کے لئے' پڑھانے والے کے لئے' خطبہ دینے والے کے لئے' منگنی کرنے والے کے لئے' شادی کرنے والے کے لئے' رسائل میں اور تمام اہم اُمور کے سامنے' حضور ﷺ کے اسم سامی کا ذکر کرے یا سنے یا لکھے تو دُرود پڑھنا چاہئے (ان لوگوں کے پاس جو اس کے وجوب کے قائل نہیں' مگر یہ بھی مستحب ہونے کے قائل ضرور ہیں۔ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں' مگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وجوب کے قائل ہیں اور اصح قول انہی کا ہے جیسا کہ اوپر گزرا)۔

بعض مواقع ایسے بھی ہیں جن میں درود پڑھنا مکروہ ہے۔

مقتضائے ثبوت یہ معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھا جائے' کیونکہ یہ محبت کی دلیل ہے۔ "مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِہٖ"۔ (جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کا نام کثرت سے لیتا ہے)۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو کے دا عاشق ہوندا اوسے دی گل کردا
سو سو مکر بہانے کر کے اس دے مرنے مردا

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ' میں آپ پر کثرت سے صلاۃ بھیجتا ہوں' اپنی صلاۃ یعنی دعاء میں سے جو اپنی ذات کے لئے ہو آپ ﷺ کے لئے کتنا حصہ مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہوں۔ میں نے کہا: چوتھا حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہو اور اگر اس میں اضافہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: آدھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہو اور اگر اضافہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: دو تہائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم

جو چاہو اور اگر اضافہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی پوری صلاۃ و دُعاء مقرر کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی صورت میں تمہاری کفایت کی جائے گی، تمہارے ارادے میں اور تمہارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر اپنے لئے کچھ دُعا نہ بھی کرے اور پورا وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ بھیجنے میں گزار دے تو کفایت کی جاتی ہے اور بے مانگے مقصد پورے ہوتے ہیں اور گناہ نہ صرف معاف ہو جاتے ہیں بلکہ نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی کے تعلق سے بھی حدیث قدسی میں ایسا ہی وارد ہے، فرمایا: "مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِيْ عَنْ مَسْئَلَتِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ" (جس کسی کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے اور دُعاء کرنے سے روک دے تو میں اُس کو اس سے بہتر دوں گا جو مانگنے والے کو دیتا ہوں)۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ملتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو کوئی مجھ پر ایک بار صلاۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اُس پر دس صلاۃ بھیجتا ہے"۔

مسند امام احمد بن حنبل میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مروی ہے کہ "جو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار صلاۃ بھیجے تو اس پر اللہ اور اُس کے فرشتے ستر (۷۰) بار صلاۃ بھیجتے ہیں"

ہو سکتا ہے کہ یہ غیر معمولی اضافہ جمعہ کے دن کے ساتھ خاص ہو، کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن کے اعمال (۷۰) گنا ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حج اکبر (جو جمعہ کے دن ہوتا ہے) ستر حج کے برابر ہوتا ہے۔

"دُرِّ مختار" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بحوالۂ اصبہانی وغیرہ نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کوئی مجھ پر ایک بار صلاۃ بھیجے اور وہ اس سے قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ مٹا دیتا ہے یعنی کراماً کاتبین کی تحریر نامۂ اعمال سے محو کر دی جاتی ہے۔

"وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا"

''بشائر الخیرات'' کاش پہلے مجھے مل جاتی کہ میں اسے پہلے سے اپنے اوراد میں شامل کر لیتا' میں جہاں تک سمجھتا ہوں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے الہامی درود کا یہ مجموعہ ہندو پاکستان میں پہلے موجود نہ تھا ورنہ کم از کم سلسلہ قادریہ کے وابستگان کے اوراد و وظائف میں ضرور اسے شامل کر لیا جاتا' اللہ تعالیٰ ابوالفضل صاحب کو دین کی خدمت کے لئے دیرپا سلامت باکرامت رکھے! کبرسنی اور طویل علالت کے باوجود ''بشائر الخیرات'' کی طباعت کے سلسلے میں بڑی دلچسپی لی' اس کا مقدمہ بھی تحریر فرمایا جو بڑا جامع ہے' مجھ سے بھی فرمائش کی کہ اس پر تبصرہ لکھوں' اپنی خرابی صحت اور گوناگوں مصروفیات کے باوصف تعمیل حکم میں سر تسلیم خم کر دینا پڑا' خصوصاً جبکہ اس خدمت میں خود کتاب کے نام سے خیر کی بشارت مل رہی ہے۔ محترم بھائی ابوالفضل صاحب کے مقدمے سے علم ہوا کہ درود شریف کی سب سے عظیم و متبرک کتاب الحاج مولوی میر بہادر علی اقبال صاحب (حسابی) انجینئر کے مقدر میں آپ کے برادر خورد الحاج میر محی الدین علی صاحب عرف مقبول پاشا سول انجینئر کے ذریعہ مکہ شریف سے آئی ۔ موصوف کا یہ احسان ہے کہ انہوں نے ابوالفضل صاحب کو ''بشائر الخیرات'' کی طباعت کی اجازت دی اور ہر لحاظ سے پر خلوص تعاون کیا' ورنہ شاید یہ کتاب طبع نہ ہوتی۔ آپ کے ان ہی ''خیرات'' پر بے شمار ''بشائر'' ہیں' جس کے لئے آپ قابل مبارکباد ہیں۔

میں نے اصل کتاب کے عربی متن کے پروف ریڈنگ کر کے تصحیح کر دی ہے۔ اس کی صحت پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ کتابت نہایت عمدہ کروائی گئی ہے۔ خط بہت دیدہ زیب ہے اور پوری کتاب انتہائی خوبصورت طریقے پر مرصع و مزین کی گئی ہے۔

''بشائر الخیرات'' کی طباعت کے بعد اب مرحلہ اس کی نشر و اشاعت کا ہے۔ تمام اصحاب سلاسل خصوصاً سلسلہ عالیہ قادریہ کے وابستگان سے میری پر خلوص درخواست ہے کہ وہ ضرور اس الہامی درود کو پھیلائیں اور اپنے روزمرہ کے وظائف و اوراد میں اسے شامل کر لیں پھر قدرت کا تماشہ دیکھیں' اس کی پڑھائی کے لئے صرف پانچ سات منٹ درکار

ہیں۔

سبحان اللہ! صلوات و درود اللہ تعالیٰ کے الہام سے ملیں اور ان کی فضیلت کے بارے میں حضور ﷺ فرمادیں کہ ان میں بے شمار فضیلتیں ہیں۔

"بشائر الخیرات" کے فضائل میں اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ مقدمہ کے آخر میں حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی ہے صلاۃ المصلین' قرآن الذاکرین' موعظۃ المتقین' وسیلۃ المتوسلین اور یہی ہے' صلاۃ القرآن العظیم۔

"بشائر الخیرات" کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہر درود میں نبی الامی ﷺ کی دونوں صفات بَشِیْر مُبَشِّر کے ساتھ مناسب آیتوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اسی لئے ان درودوں کی تعبیر میں "الصلاۃ القرآن العظیم" کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں اور ہر ایک درود میں بشارت کے مستحقین کی صراحت فرمادی گئی ہے مثلاً مبشر للمومنین' مبشر للذاکرین' مبشر للعالمین' مبشر للوالدین' مبشر للتوابین...... یہی بشارات اور کتاب کے ہر درود میں بشیر و مبشر پر صلوات "بشائر الخیرات" کی وجہ تسمیہ ہے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ "بشائر الخیرات" کو خوب پھیلائے' اس کا فیض عام ہو اور مولیٰ تعالیٰ اپنے تقرب سے قارئین کو نوازے اور حبیب پاک ﷺ کے وسیلہ سے ایسا فضل و کرم اُن کے شامل حال فرمادے' جو اس کی تالیف کے وقت حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھا۔

"وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ"

ننگِ اسلاف

سید حبیب اللہ قادری (رشید پادشاہ)

امیر جامعہ نظامیہ

شرحد ستخط

۲۲ر ستمبر ۱۹۸۷ عیسوی

شاہ گنج' حیدر آباد' آندھرا پردیش

۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۸ ہجری بروز پنجشنبہ





